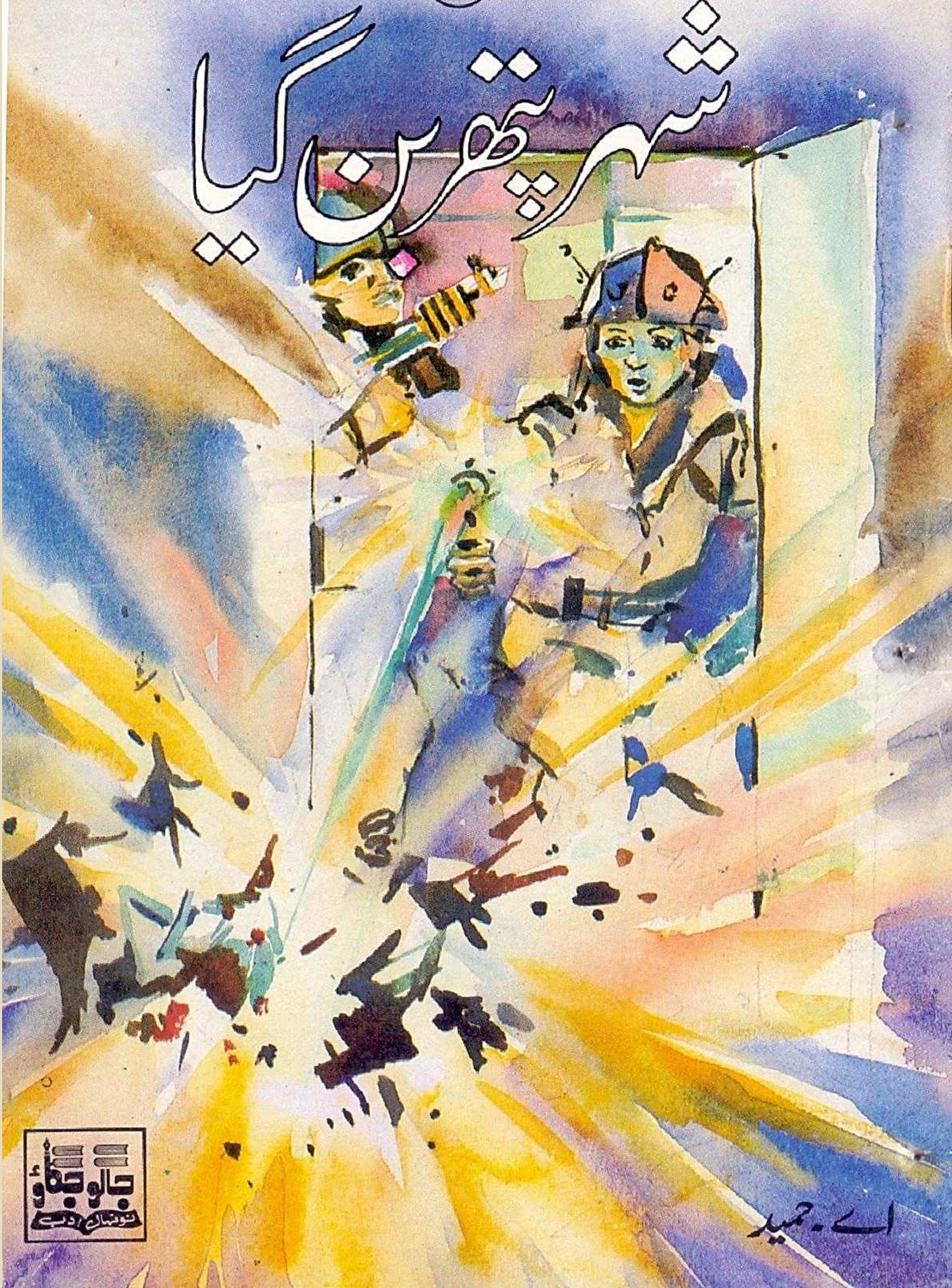
خلائی ایڈونچر سیریز ۱۲ سیارہ اوٹان کا زمین پر حملہ

شہر پتھر بن گیا



اے۔ حمید

خلائی ایڈونچر سیریز   آخری حصّہ

شہر پتھر بن گیا

اے حمید

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

ناشر : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ہمدرد سنٹر ناظم آباد، کراچی

اشاعت : ۱۹۹۱

تعداد اشاعت : ۲۰۰۰

قیمت : ۱۰ روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئ ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیّارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوّت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بُلند مقام حاصل کرے جو اس کا مقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گُر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست، تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خُون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیّارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج

اور سیّارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دُنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقّی اُسے دم بہ دم آ گےَ بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھُپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب روز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید

اندھیرا غار

تالاب میں تیرتی لاش نے ایک بار پھر کہا :

"ماریا اپنے دوستوں کو بچاؤ۔ اپنے دوستوں کو بچاؤ۔"

ماریا سمجھ گئی کہ یہ لاش اُسے عمران ، شیبا اور گارشا کے بارے میں خبردار کررہی ہے ۔ کیوں کہ ماریا اُن ہی کو افریقہ کے اِس خطرناک جنگل میں چشمے کے پاس چھوڑ کر گئی تھی اور اب اُنہیں واپس لینے آ رہی تھی کیوں کہ

ڈیگان سیّارے کا دوست خلائی آدمی سمیان پر تھال پہاڑ کے تہہ خانے میں تھیوسانگ کے ساتھ اِن کا انتظار کر رہا تھا۔ سمیان نے اُمّید دِلائی تھی کہ وہ عمران شیبا اور گارشا کو دو ہزار سال پرانے زمانے سے اُن کے اپنے زمانے میں پہنچانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ چشمے کے پاس جب گارشا ماریا کو عمران، شیبا اور گارشا کہیں نظر نہ آئے تو وہ اُن کی تلاش میں تالاب کے کنارے نکل آئی۔ جہاں پانی میں ایک لاش تیر رہی تھی جس کے ماتھے پر دیا روشن تھا۔ یہ رات کا وقت تھا۔ جنگل میں چاروں طرف اندھیرا تھا۔ جب لاش نے ماریا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اپنے دوستوں کو بچاؤ تو ماریا نے جلدی سے پوچھا: ”وہ کہاں ہیں؟ کیا اُنہیں آدم خور وحشی لے گئے ہیں؟“

تالاب والی لاش نے کہا:

"سُنو! اِس جنگل میں ہر مہینے کی ساتویں تاریخ کو ایک خوف ناک سَر کٹی بَلا حملہ کرتی ہے اور جو کوئی انسان یہاں مِلتا ہے وہ اُسے اپنے طِلسم کے زور سے اُٹھا کر موت کی وادی میں لے جاتی ہے اور اُسے پتھرّ بنا کر زمین میں گردن تک گاڑ دیتی ہے۔ عمران شیبا اور گارشا کو بھی یہی بَلا اُٹھا کر لے گئی ہے۔ آج مہینے کی ساتویں تاریخ تھی۔"

ماریا نے پوچھا۔ "سر کٹی بَلا کی موت کی وادی کہاں ہے؟"

تیرتی لاش نے کہا۔ "جہاں یہ جنگل جنوب میں ختم ہوتا ہے، ایک دلدلی میدان شروع ہوتا ہے۔ اُس کے دوسرے کنارے پر کالی چٹاّنوں کے درمیان موت کی وادی ہے، مگر بڑی ہوشیاری سے وہاں جانا۔ وہاں جو گیا وہ واپس نہیں آیا۔"

ماریا نے کہا۔ "مجُھے اُس سر کٹی بَلا کی کوئی کمزوری بتاؤ۔"

تیرتی لاش کی آواز آئی۔

"اُس کی کوئی کم زوری نہیں۔ اگر ہے تو مُجھے اُس کا عِلم نہیں۔ اب میں جاتی ہوں۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔"

اِس کے ساتھ ہی تیرتی ہوئی لاش کے ماتھے پر جلتا دیا بُجھ گیا اور وہ پانی کے اندر چلی گئی۔ ماریا اُسی وقت فضا میں بُلند ہوئی اور تیز رفتاری سے فضا میں اُڑتی پرتھال پہاڑ کے تہ خانے میں پہنچی اور خلائی انجینئر سمیان اور تھیوسانگ کو سارا واقعہ کہ سُنایا۔ تھیوسانگ بھی فکر مند ہوا۔ اُس نے سمیان سے کہا:

"میرے دوست! تُم اِسی جگہ رہنا۔ میں اور ماریا اب موت کی وادی میں عمران، شیبا اور گارشا کو بچانے جاتے ہیں۔" یہ کہہ کر ماریا اور تھیوسانگ تہ خانے سے نکل کر موت کی وادی کی طرف چل پڑے۔ ساری رات وہ

جنگل میں چلتے رہے۔ صُبح کے وقت وہ دلدلی میدان بھی عبُور کر گئے تھے۔ اب اُن کے سامنے موت کی وادی تھی جہاں سر کٹی بَلا کی حکومت تھی۔ سورج نکل آیا تھا۔ تھیوسانگ اور ماریا نے کالی کالی بھیانک شکلوں والی چٹّانیں دیکھیں جو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ اِن کے درمیان ایک گہری وادی تھی۔ اِس وادی میں سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔ درختوں پر کوئی پرندہ تک نہیں بول رہا تھا۔ تھیوسانگ بولا:

"یہی موت کی وادی ہے۔"

"ہاں۔" ماریا نے جواب دیا۔ "میں اِس وادی کا جائزہ لیتی ہوں۔ تُم یہاں رُکو۔"

تھیوسانگ نے کہا۔ "مجُھے خطرے کی بُو آرہی ہے۔"

ماریا بولی۔ ”میں کسی کو نظر نہیں آ سکتی۔ سر کٹی بَلا بھی مُجھے نہیں دیکھ سکے گی۔ پھر خطرہ کیسا؟ اور پھر ہمارا تو کام ہی خطروں سے کھیلنا ہے۔ میں جا رہی ہوں۔“

ماریا فضا میں غوطہ لگا گئی۔ اُس کی خوشبُو تھیوسانگ سے دُور ہونے لگی۔ وہ ایک چھوٹی سی چٹّان کے پیچھے بیٹھ گیا اور موت کی وادی کے درختوں کو تکنے لگا۔ ماریا غیبی حالت میں اُڑتی ہوئی موت کی وادی کے درختوں میں اُتر گئی۔ یہاں درختوں کے نیچے جگہ جگہ نوکیلے پتھرّ بِکھرے ہوئے تھے۔ نہ آدم تھا نہ آدم زاد نہ جانور نہ پرندہ۔ ایسا سنّاٹا پہلے کبھی ماریا نے نہیں دیکھا تھا۔ ماریا زمین سے ایک فِٹ بُلند ہو کر چل رہی تھی۔ اچانک اُس کی نظر ایک درخت کی شاخ پر گئی جس کے ساتھ کالے رنگ کا لمبا سانپ لٹکا ہوا تھا اور اپنا مُنہ کھولے ماریا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ماریا کو صاف محسوس ہوا کہ

سانپ نے اُسے دیکھ لیا ہے۔ ماریا جان بوجھ کر دائیں طرف چلی گئی۔ سانپ نے بھی اپنا مُنہ دائیں طرف کرلیا۔ اِس کا مطلب یہی تھا کہ سانپ ماریا کو دیکھ رہا تھا۔ ماریا کو خیال آیا کہ اگر موت کی وادی کے سانپ اُسے دیکھ سکتے ہیں تو سر کٹی بَلا بھی اُسے دیکھ لے گی۔ وہ سانپ کے قریب سے ہو کر گزری تو سانپ نے ہلکی سی پھنکار ماری۔ ماریا کے جسم کی لہروں میں سنسنی دوڑ گئی۔ ذرا آگے گئی تو وہاں زمین پر کتنی ہی قبریں بنی ہوئی تھیں۔ ہر قبر پر کسی نہ کسی جانور کا بُت بنا کر رکھا ہوا تھا۔ ماریا قبروں میں سے گُزرنے لگی۔ قبریں جہاں ختم ہوئیں وہاں درخت کی شاخ سے ایک انسانی کھوپڑی لٹکی ہوئی تھی۔ جُونہی ماریا اُس کے قریب سے گُزری کھوپڑی کے مُنہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔ اِس چیخ سے موت کی وادی گونج اُٹھی۔ ساتھ ہی ایک بگولا اُٹھا جو چکراتا ہوا ماریا کی طرف بڑھا اور ماریا کو

اُٹھا کر درختوں کے اُوپر لے گیا۔ بڑی مُشکل سے ماریا نے اپنے آپ کو بگولے سے آزاد کیا اور دوبارہ نیچے آ گئی۔ اُس نے دیکھا کہ ایک قبر کے نیچے ایک خُفیہ راستہ زمین کے اندر جاتا ہے۔ ماریا نیچے اُتر گئی۔ غار میں گھُپ اندھیرا تھا، مگر ماریا کو غار کی چھت سے لٹکنے جالے اور زمین پر بِکھری ہوئی انسانی کھوپڑیاں جگہ جگہ صاف نظر آ رہی تھیں۔ اُسے عمران، شیبا اور گارشا کے بارے میں پریشانی ہوئی کہ کہیں سر کٹی بَلا نے اُنھیں بھی ہلاک نہ کر ڈالا ہو۔ وہ سُرنگ میں تھوڑی دور گئی تھی کہ اُسے روشنی سی نظر آئی۔ یہاں سے سُرنگ باہر ایک چھوٹے سے احاطے میں نِکل گئی تھی۔ احاطے میں چاروں طرف اُونچی پتھرّیلی دیوار تھی اور درمیان میں کتنے ہی انسانوں کے سر زمین سے باہر نِکلے ہوئے تھے۔ ماریا لپک کر قریب گئی۔ معلوم ہوا کہ سارے کے سارے انسانی سر پتھرّ بن چُکے ہیں۔ اِن میں عمران،

شیبا اور گارشا کے سر بھی تھے ۔ اِتنے ایک دِل دوز چیخ فضا میں گونج اُٹھی ۔ ماریا تیزی سے پیچھے ہو گئی ۔ مگر پیچھے اُس سے دو قدم کے فاصلے پر سر کٹی بَلا کھڑی تھی ۔ اُس کا سر غائب تھا ، مگر گردن پر ایک گول آنکھ باہر کو نِکلی ہوئی تھی جس کا سُرخ ڈھیلا سیدھا ماریا کو تک رہا تھا ۔ ماریا نے فضا میں اُچھل کر اُوپر اُٹھ جانا چاہا ، مگر اُس کے پاؤں جیسے زمین نے جکڑ لیے تھے ۔ سر کٹی بَلا نے اپنے ہاتھ ماریا کی طرف بڑھائے ۔ ماریا کو بجلی کا ایک جھٹکا لگا اور پھر وہ اپنے آپ زمین میں دھنستی چلی گئی ۔ گردن تک آ کر اُس کا جسم اپنے آپ رُک گیا ۔ اِس کے بعد ماریا کو کُچھ ہوش نہ رہا ۔ ماریا پتھّر بن چُکی تھی اور اُس کا سر زمین سے باہر نکلا ہوا تھا ۔ کٹی بَلا آہستہ سے مُڑی اور احاطے کے کونے میں جا کر زمین کے نیچے اُتر گئی ۔ جب ماریا کو کافی دیر ہو گئی اور وہ نہ آئی تو تھیوسانگ فکر مند ہوا ۔ وہ چٹّان کی اوٹ سے نکلا اور موت کی وادی

میں محتاط قدم اُٹھاتا چلنے لگا۔ چھوٹے بڑے پتھرّوں اور قبروں میں سے گُزرتا وہ ایک جگہ آ کر رُک گیا۔ یہاں اُسے ایک قبر کے پہلو میں زمین کے اندر جاتا راستہ دِکھائی دیا۔ یہاں تھیوسانگ کو ماریا کی ہلکی ہلکی خوشبو آ رہی تھی۔ ماریا اِسی طرف گئی ہے۔ سوچ کر تھیوسانگ بھی سُرنگ میں اُتر گیا۔ اُس نے لمبی سُرنگ کے اندر جگہ جگہ انسانی کھوپڑیاں بِکھری ہوئی دیکھیں۔ وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ ماریا کی خوشبُو اُسے برابر آ رہی تھی۔ ابھی آدھی سُرنگ ہی پار کی تھی کہ ایک تیز بگولا سُرنگ کے اندر گھُس آیا۔ تھیوسانگ ایک خلائی آدمی تھا اور اُس کے پاس اپنی بہت طاقت تھی۔ بگولا اُسے اپنی جگہ سے نہ ہلا سکا۔ فوراً ہی سر کٹی بَلا کی بھیانک چیخ بُلند ہوئی۔ تھیوسانگ نے فوراً اپنی گردن پر اپنی ہی اُنگلی لگائی اور وہ انسانی اُنگلی کے برابر چھوٹا سا ہو گیا۔ چھوٹا ہوتے ہی اُس نے سُرنگ کے دوسرے دروازے کی

طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ جہاں سے ہلکی ہلکی روشنی آ رہی تھی۔ تھیوسانگ سُرنگ کے دروازے سے نِکل کر پتھرّ کے انسانی سروں والے احاطے میں داخل ہوا تو اُس کی نظر سر کٹی بَلا پر پڑی۔ سر کٹی بَلا دیوانوں کی طرح تھیوسانگ کو اِدھر اُدھر ڈھونڈ رہی تھی اور اُس کے حلق سے دہشت ناک آوازیں نکل رہی تھیں۔

سر کٹی بَلا ایک انسانی سر کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی پُشت تھیوسانگ کی طرف تھی۔ تھیوسانگ ننّھے سے مینڈک کی طرح ہو گیا تھا۔ وہ گھاس میں سے رینگ رینگ کر چلتا پیچھے آ گیا۔ یہ بڑا خطرناک لمحہ تھا۔ ذرا سی بے احتیاطی تھیوسانگ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پتھرّ بنا کر زمین میں گاڑ سکتی تھی۔ تھیوسانگ نے زمین میں دھنسے ہوئے انسانی سر دیکھ لیے تھے۔ اس نے ماریا کے سر کو بھی دیکھ لیا تھا۔ پتھرّ کی بنتے ہی ماریا ظاہر ہو گئی تھی

اور تھیوسانگ ماریا کو کئی بار دیکھ چُکا تھا۔ سر کٹی بَلا آہستہ آہستہ آگے پیچھے جھُول رہی تھی اور مُنہ سے عجیب و غریب آوازیں نکال کر کوئی طِلسمی منتر پڑھ رہی تھی۔ شاید وہ اِس طِلسمی منتر کے ذریعہ سے وہاں تھیوسانگ کو تلاش کرنا چاہتی تھی۔

تھیوسانگ حملہ کرنے کے لیے بالکل تیّار تھا۔ اُسے بجلی ایسی تیزی سے کام لیا تھا۔ سب سے پہلے تھیوسانگ نے اپنے بائیں ہاتھ کی اُنگلی اپنی گردن کی ایک خاص رَگ پر رکھی اور وہ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصّے میں پورے قد کا بن گیا۔ سر کٹی بَلا نے اپنے پیچھے کُچھ آہٹ سُنی تو پیچھے کو گھومی مگر اتنی دیر میں تھیوسانگ اپنی اُنگلی سر کٹی بَلا کی گردن کے ساتھ لگا چُکا تھا۔ سر کٹی لاش کے اندر جیسے ایک دھماکا سا ہوا اور دوسرے ہی لمحے وہ انسانی اُنگلی کے برابر ہو کر گھاس میں غضب ناک ہو کر اُچھل رہی تھی۔

تھیوسانگ نے ایک پل ضائع کیے بغیر اُس کے اُوپر اپنا بھاری جوتے والا پاؤں رکھ کر اُسے پوری طاقت سے کُچل ڈالا۔ اُس کے پاؤں کو نیچے سے دھکّے سے لگے مگر تھیوسانگ سر کٹی بَلا کو کُچلتا چلا گیا۔ اُس نے دیکھا کہ احاطے میں شور و غُل سا مچ گیا ہے۔ اور جتنے انسان پتھرّ بن کر زمین میں دھنسے تھے وہ سب کے سب زمین سے زندہ ہو کر باہر آ گئے ہیں۔ اُسے ماریا کی تیز خوشبُو آئی۔ ماریا ایک بار پھر غائب ہو گئی تھی، مگر تھیوسانگ کے بالکل پاس کھڑی تھی۔ اُس نے خوش ہو کر کہا :

"تھیوسانگ !اِس وقت اگر تُم نہ آتے تو میرا دوبارہ زندہ ہونا مُمکن نہ تھا۔ "

عمران ، شیبا اور گارشا بھی اپنے آپ کو دوبارہ زندہ ہو جانے پر حیرانی اور خُوشی سے دیکھ رہے تھے۔ ماریا نے تھیوسانگ سے کہا :

"وہ دیکھو، وہ عمران ، شیبا اور گارشا ہیں۔ آؤ تمھیں اُن سے مِلاؤں۔ "

تھیوسانگ گارشا کو دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ اِس کا تعلّق آسمانی سیّارے اوٹان سے ہے۔ گارشا بھی تھیوسانگ سے مل کر بہت خُوش ہوئی۔ دوسرے لوگ جو زندہ ہو گئے تھے خُوشی خوشی وہاں سے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ تھیوسانگ اور ماریا نے بھی عمران، شیبا اور گارشا کو ساتھ لیا اور ڈیگان سیّارے کے سائنس دان سمیان سے ملنے پر تھال پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں سمیان اُن کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ گارشا کا سمیان سے تعارف کرایا گیا۔ سمیان نے کہا:

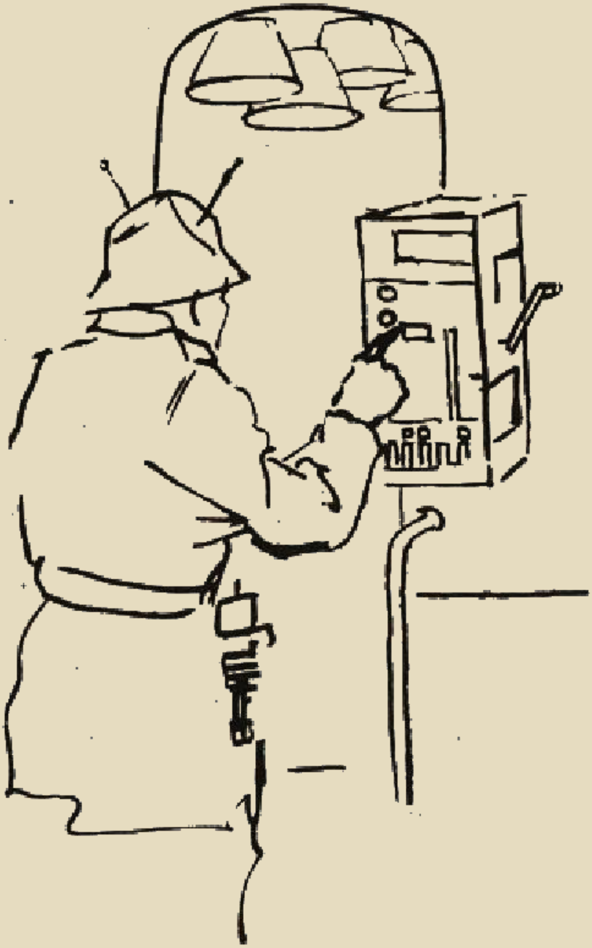
"گارشا، تمہارے سیّارے کی مخلوق نے اِس زمین کی امن پسند مخلوق کو بہت تنگ کیا ہے۔"

گارشا بولی۔ "اِسی لیے میں نے اُن سے اپنا تعلّق ختم کر لیا ہے اور اب اُن کے خلاف جنگ کر رہی ہوں۔"

سمیان نے کہا۔ "شاباش! دُنیا میں کیا بلکہ سارے شمسی نظاموں میں ہر جگہ امن اور سلامتی ہے اور ہر کوئی ایک دوسرے کی مدد اور نظم و ضبط سے کام کر رہا ہے۔ ہمیں بھی زمین پر اِسی طرح کام کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اس میں بنی نوعِ انسان کی سلامتی ہے۔"

عمران بولا۔ "ہمارا مقصد بھی یہی ہے اور ہم اِسی مقصد کو لے کر ترقّی کی منزلیں طے کر رہے تھے کہ اوٹان سیّارے کی تخریب کار مخلوق نے ہماری زمین پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ اُن کا رابطہ ہماری زمین سے ٹوٹ چکا تھا۔ مگر اُس کے کُچھ آدمی ابھی تک ہماری زمین کو تباہ کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔"

"اُن کی سازش ناکام بنا دی جائے گی۔" سمیان نے اعتماد سے کہا۔



شیبا بولی۔ ”مگر ہم تو اپنے زمانے سے نکل کر سیکڑوں برس پیچھے کے زمانے میں آ گئے ہیں۔ ہم یہاں بیٹھ کر تو کُچھ بھی نہیں کر سکتے۔“

ماریا نے کہا۔ ”اِسی لیے تو ہم تمھیں یہاں لائے ہیں۔ سمیان تمھیں واپس تمھاری دُنیا میں پہنچا سکتا ہے۔“

”کیا واقعی؟“ گارشا نے پُر شوق لہجے میں کہا۔

سمیان بولا۔ ”گارشا! تُم خلائی مخلوق ہو۔ تُم میری بات سمجھ سکو گی۔ یہاں لیبارٹری میں ٹائم سلنڈر موجود ہے۔ اُس کے ذریعہ سے تُم لوگ واپس اپنے زمانے میں پہنچ سکو گے۔“

گارشا بڑی خوش ہوئی۔ اُس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا: ”مُجھے جلدی سے ٹائم سلنڈر کے پاس لے چلو۔“

وہ سب دوسرے کمرے میں آ گئے۔ جہاں دس بارہ فیٹ بُلند ٹائم سلنڈر کونے میں لگا تھا۔ گارشا نے بڑے غور سے ٹائم سلنڈر کا معائنہ کیا اور سمیان کی طرف دیکھ کر بولی:

"ہمارے اوٹان سیّارے کے ٹائم سلنڈر سے یہ کُچھ مختلف ہے۔"

سمیان نے سلنڈر میں لگے چاندی کے ایک چھوٹے سے سرکٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تُم نے خوب پہچانا گارشا۔ تمھارے اوٹان سیّارے کے سلنڈر میں جب کوئی آدمی یا دوسری چیز ذرّوں اور شُعاعوں میں تبدیل ہو کر فضا میں نکلتی ہے تو اُس کے دوبارہ اپنی اصلی شکل میں آنے کے لیے ضروری ہے کہ دوسری طرف بھی اِسی قسم کا دوسرا ٹائم سلنڈر موجود ہو۔ جب کہ اِس سلنڈر کے لیے یہ بات ضروری نہیں ہے۔ یہ کسی بھی انسانی جسم کو ذرّوں

میں تبدیل کر کے اپنی طے شدہ فریکونسی پر پہنچا دیتا ہے۔ چاہے وہاں سلنڈر موجود ہو یا نہ ہو۔“

عمران بولا۔ ”یہ تو بڑی اچھّی بات ہے۔ پاکستان میں اوٹان مخلوق کا تہہ خانے والا ٹائم سلنڈر تو تباہ کر دیا گیا ہے۔ یوں ہم بغیر سلنڈر کے بھی پاکستان پہنچ سکتے ہیں۔“

گارشا تھیوسانگ کی طرف متوجّہ ہوئی اور کہا: ”تھیوسانگ! کیا تُم ہمارے ساتھ پاکستان نہیں چلو گے؟“

تھیوسانگ نے کہا۔ ”سمیان اکیلا ہی کافی ہے۔ یہ اکیلا اوٹان سیّارے کی ساری دُشمن مخلوق کا مُقابلہ کر سکتا ہے۔ اور ماریا یہاں تُم لوگوں سے جُدا ہو جائیں گے۔“

ماریا نے بھی تھیوسانگ کی تائید کی۔ سمیان نے تھیوسانگ سے ہاتھ ملایا تو تھیوسانگ نے کہا:

"سمیان! عمران، شیبا کے مُلک کو اوٹان مخلوق کی تباہی سے بچانا ہمارا فرض ہے۔ پاکستان امن پسند لوگوں کا ملک ہے اور اوٹان کی مخلوق ایک ظالم اور انسان دُشمن مخلوق ہے۔"

سمیان نے تھیوسانگ کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا:

"تُم میری خُفیہ طاقتوں سے خوب واقف ہو۔ فکر نہ کرو۔ ہم ڈیگان سیّارے کے رہنے والے امن پسند ہیں اور امن پسند قوموں اور مُلکوں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔"

عمران، گارشا، شیبا اور سمیان، ٹائم سلنڈر میں داخل ہو گئے۔ سمیان نے

ایک ساتھ سلنڈر کے اندر لگے ہوئے دو تین بٹن دبائے۔ سلنڈر میں مختلف رنگوں کی روشنیاں پھیل گئیں۔ پھر نیلے رنگ کی روشنی بجلی کی طرح چمکی اور دوسرے لمحے سلنڈر خالی تھا۔ عمران، شیبا، گارشا اور سمیان قدیم زمانے سے نکل کر ۱۹۹۱ء کے زمانے کے پاکستان کی طرف ذرّات کی شکل میں روانہ ہو چکے تھے۔ سانگ اور ماریا نے جب سلنڈر خالی دیکھا تو ایک دوسرے کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور لیبارٹری سے نکل کر اپنے نامعلوم سفر کی طرف چل دیے۔

عمران، شیبا سمیان اور گارشا کے جسم ذرّوں میں تبدیل ہو کر ایک ایسی فریکونسی پر روشنی سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ تھے جو اُنھیں پُرانے تاریخی زمانے سے نکال کہ وقت کی لہروں کو چیرتی ۱۹۹۱ء کے پاکستان کی طرف لیے جا رہی تھی۔ وہ ایک طرح سے وقت کی سُرنگ کو عبُور کر رہے

تھے۔ اُن میں سے کسی کے جِسم کے ذرّوں کو یہ احساس نہیں تھا کہ وہ کہاں سے چلے ہیں اور کہاں سے گُزر رہے ہیں۔ چند لمحوں میں اُن لوگوں کے جسمانی ذرّات تین ہزار سالوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے آگے نکل گئے اور پھر ایک مقام پر پہنچ کر اُن کے جسم ظاہر ہو گئے۔

سمیان اور گارشا چوں کہ خلائی انسان تھے اِس لیے وہ اپنے ذرّوں کو دوبارہ جسمانی حالت میں آتے دیکھ کر حیران نہ ہوئے مگر عمران اور شیبا بار بار اپنے جسم کو تک رہے تھے۔ عمران نے پوچھا :

"گارشا! کیا واقعی ہم تین ہزار سال پرانے زمانے سے نکل کر ۱۹۹۱ء میں آ گئے ہیں؟"

گارشا مُسکرائی۔ شیبا کے چہرے پر بھی یہی سوال تھا۔ سمیان نے کہا :

"کیوں نہیں۔ تُم اپنے وطن پاکستان میں ہواور یہ ۱۹۹۱ء کا زمانہ ہے۔ میں نے ٹائم سلنڈر کی فریکونسی ۱۹۹۱ء پر ہی سیٹ کی تھی۔"

گارشا نے مُسکرا کر کہا۔ "کیا تُم اپنے وطن کی سرزمین کو نہیں پہچانتے؟"

عمران اور شیبا آس پاس تکنے لگے۔ وہ ریتلی زمین پر کھڑے تھے۔ اُن کے اِرد گرد چھوٹے چھوٹے سنگلاخ ٹیلے تھے۔ ایک ٹیلے پر نصف چاند کی شکل کا بہت بڑا ریڈار لگا تھا جو آہستہ آہستہ گھوم رہا تھا۔

شیبا نے کہا۔ "یہ اپنا کراچی ہی ہے۔"

سمیان آگے بڑھا۔ ٹیلے کی دوسری جانب ایک چوڑی ہموار پُختہ اور چمکیلی سڑک تھی جس کے کنارے صاف شفّاف فُٹ پاتھ بنے ہوئے تھے۔ سامنے ٹیلے فون بُوتھ بھی تھا۔

عمران بولا۔ ”کراچی کی سڑکیں بڑی صاف سُتھری ہو گئی ہیں۔“

”مگر ٹریفک نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ کیا بات ہے؟“ شیبا نے حیرانی سے سوال کیا۔

گارشا اور سمیان بھی پاس ہی کھڑے تھے۔ اِتنے میں سامنے سے، سبز اور سفید رنگ کی ایک دو منزلہ بس اُن کے قریب اگر رُک گئی بس چمک رہی تھی۔ عمران نے شیبا سے کہا۔

”اللہ کا شکر ہے کہ ہم اپنے وطن میں واپس آ گئے ہیں۔“

مگر وہ دونوں ہی اِس تبدیلی پر دِل ہی دِل میں کُچھ حیران ہو رہے تھے کہ سڑکوں پر ٹریفک کا شور بھی نہیں ہے۔ بس بھی بڑی صاف سُتھری حالت میں ہے اور اور لوگ بھی بڑے نظم و ضبط کے ساتھ اپنی اپنی نشستوں پر

خاموش بیٹھے ہیں۔ کوئی رش نہیں ہے۔ بس کا دروازہ بھی اپنے آپ کھُل کر اپنے آپ بند ہو گیا تھا۔ عمران، شیبا، سمیان اور گارشا بس کی پہلی منزل میں ہی بیٹھ گئے۔ بس چل پڑی۔ صاف سُتھری وردی والے بس کنڈکٹر نے عمران سے پوچھا۔ "کہاں جائیں گے صاحب؟"

عمران نے اپنے علاقے کا بتایا۔ کنڈکٹر نے چار ٹکٹ کاٹ کر دے دیئے۔ شیبا نے دیکھا کہ عورتوں کے حصّے میں جو خواتین بیٹھی تھیں وہ سب لبادے اوڑھے ہوئے تھیں۔ اُنھوں نے اپنے سر اور جسم لبادے میں ڈھانپ رکھے تھے۔ شیبا نے عمران کے کان میں کہا۔ "ہم کسی دوسرے مُلک میں تو نہیں آ گئے۔"

عمران نے آہستہ سے جواب دیا:

"نہیں شیبا ہم پاکستان میں ہی ہیں۔"

بس شہر کی کُشادہ بارونق سڑکوں پر سے گُزر رہی تھی۔ دونوں جانب پچاس پچاس منزلہ اونچی عمارتیں کھڑی تھیں جن کے شیشے دِن کی دھوپ میں چمک رہے تھے۔ سڑکوں پر کہیں کوڑا کرکٹ نہیں تھا۔ فٹ پاتھ کی دونوں جانب پام کے ہرے بھرے درخت کھڑے لہرا رہے تھے۔ لوگ اُجلا لباس پہنے خاموشی سے اپنے اپنے کام پر چلے جا رہے تھے۔ عورت کہیں کہیں نظر آتی تھی۔ تقریباً ہر عورت نے اپنے جسم کو سفید یا سیاہ لبادے میں ڈھانپ رکھا تھا۔ شیبا اور عمران حیران ہو کر کراچی شہر کی اِس حیرت انگیز تبدیلی کو دیکھ رہے تھے۔ اِس انقلاب کو گارشا نے بھی محسوس کیا۔ وہ عمران کی طرف جھُک کر کہنے لگی۔

"عمران! کراچی شہر تو بالکل ہی بدل گیا ہے۔"

اِتنے میں بس ایک بس اسٹاپ پر رُک گئی۔ لوگ قطار باندھ کر بڑے صبرو

سکون بس سے باہر نکلے۔ فٹ ہاتھ پر اگر عمران، شیبا اور گارشا، سمیان ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ سمیان نے گارشا سے سے سوال کیا۔

"اوٹان کی خلائی مخلوق جس قبرستان والے تہہ خانے میں رہا کرتی تھی میں اُس جگہ کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔"

گارشا، شیبا، عمران چاروں طرف اونچی اونچی انتہائی دِلفریب اور چمکیلی عمارتوں کو تک رہے تھے۔

شیبا نے عمران سے کہا۔ "عمران یہ تمہارا محلہ نہیں ہے۔" عمران نے بائیں جانب ٹیلے پر بنے ہوئے ٹاور کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"مگر یہ گولڈن ٹاور تو ہمارے ہی علاقے میں تھا۔ اگرچہ اِس کے گُنبد کا رنگ بدل دیا گیا ہے، مگر یہ ہمارے ہی علاقے کا ٹاور ہے۔"

گارشا نے سمیان کو ایک طرف لے جا کر رازداری سے کہا :

"سمیان! لگتا ہے کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

سمیان نے بھنویں سکیڑتے ہوئے پوچھا :

"کیسی گڑبڑ؟"

گارشا نے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"



۲۰۷۰ء کے پاکستان میں

گارشا اپنے ساتھ سمیان کو لے کر عمران اور شیبا کے پاس واپس آ گئی۔ عمران اور شیبا حیرت زدہ ہو کر عمارتوں کو دیکھ تھے جو بالکل ہی بدل گئی تھیں۔ عمران کو اپنا مکان کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی جگہ ایک پچاس منزلہ شان دار عمارت کھڑی تھی۔ جس کا دروازہ شیشے کا تھا۔ اِن کے مکان کے باہر جو اللہ بخش پنواڑی کا کھوکھا ہوا کرتا تھا اُس کی جگہ ٹیلیے فون بُوتھ لگا ہوا تھا۔ عمران نے گارشا کی طرف دیکھا اور بولا :

"گارشا! یہ وہ کراچی شہر نہیں ہے جسے ہم چھوڑ کر گئے تھے۔"

گارشا اور سمیان سمجھ گئے تھے کہ کیا گڑبڑ ہو گئی ہے، مگر ابھی وہ عمران اور شیبا کو بتانا نہیں چاہتے تھے۔ گارشا نے عمران سے کہا:

"وہ سامنے سُپر اسٹور ہے وہاں چل کر معلوم کرتے ہیں کہ یہ کون سا علاقہ ہے۔"

عمران بولا۔ "مگر پہلے تو یہاں کوئی سُپر اسٹور نہیں تھا۔ یہاں تو پندرہ بیس جھونپڑیاں ہوا کرتی تھیں۔"

سمیان نے کہا۔ "بھئی کراچی شہر ترقّی کر گیا ہے۔ چلو سُپر اسٹور میں چل کر معلوم کرتے ہیں۔"

وہ سُپر اسٹور میں داخل ہو گئے۔ وہاں شیشے کی الماریوں میں ہر شے بڑے قرینے سے لگی ہوئی تھی۔ لوگ بڑے سکون کے ساتھ اپنی پسند کی چیزیں

اُٹھا اُٹھا کر ٹرالیوں میں رکھ رہے تھے۔ سُپر اسٹور میں اسپیکر لگے تھے جِن میں سے قرآنی آیات کی قرأت کی ہلکی ہلکی مقدّس آواز مسلسل سُنائی دے رہی تھی۔ جگہ جگہ پاکستانی جھنڈے لگے تھے۔ یہاں بھی خواتین سفید و سیاہ لبادوں میں ملبوس تھیں۔ بعض خواتین نے شیبا اور گارشا کے لباس کی طرف حیرانی سے دیکھا۔ مگر کسی نے اُن سے کُچھ نہ کہا۔ یہ لوگ کاؤنٹر کی طرف بڑھے جہاں ایک نوجوان سبز وردی میں ملبوس الیکٹرانک ترازو پر چیزوں کا وزن کر رہا تھا۔ اچانک عمران کی نگاہ دیوار پر لگے پلاسٹک کے کیلنڈر پر پڑی۔ وہاں کیلنڈر کے اُوپر "نماز مومن کی معراج ہے" لکھا تھا اور نیچے تاریخ مہینہ اور سن درج تھا۔ اُسے دیکھتے ہی عمران کے پاؤں تلے کی جیسے زمین نِکل گئی۔ اُس نے کپکپاتے ہاتھوں سے شیبا کے کندھے کو ہلایا اور بولا:

"اُس کیلنڈر کی طرف دیکھو کیا۔ کیا یہ سچ ہے ؟"

گارشا اور سمیان کو پہلے ہی سب کُچھ معلوم ہو چکا تھا۔ وہ خاموش تھے۔ شیبا نے کیلنڈر کی طرف نگاہ اُٹھائی۔ اس سے لکھا تھا :

۱۳ ستمبر ۲۰۷۰ء

شیبا کے بدن میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ تب سمیان اور گارشا نے عمران اور شیبا کو اپنے ساتھ لیا اور سُپر اسٹور کی ایک جانب لے آئے۔ گارشا نے عمران اور شیبا کو سمجھانے کوشش کرتے اور حوصلہ دیتے ہوئے کہا :

"اچھّا ہوا کہ جو بات ہم تمھیں بتانے والے تھے وہ تُم نے اپنے آپ اس کیلنڈر پر پڑھ لی ہے۔"

عمران اور شیبا کے ہونٹ خُشک تھے۔ آنکھیں حیرت سے کھُلی تھیں۔
عمران نے خُشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا:

"گارشا! کیا۔۔۔۔ کیا ہم؟"

اِس سے آگے وہ کُچھ نہ بول سکا اس کا حلق بھی خُشک ہوگیا۔

گارشا نے عمران کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بولی:

"ہاں عمران۔ ہم ۸۰ برس آگے کے زمانے میں آ گئے ہیں۔ جب ہم یہاں سے چلے تھے تو وہ ۱۹۹۱ء کا زمانہ تھا اور اب یہ ۲۰۷۰ء کا کراچی ہے۔"

شیبا کو چکّر سا آ گیا۔ گارشا نے اُسے سنبھالا دیا۔ ساتھ ہی ایک چھوٹا سا ریستوران تھا۔ وہاں جا کر اُنھوں نے شیبا کو پانی پلایا۔ شیبا کی طبیعت فوراً

سنبھلی۔ عمران نے بھی کسی نہ کسی حد تک وقت کی اِس اسّی برس کی چھلانگ کو قبول کر لیا تھا۔ اُس نے گہرا سانس بھرا اور گارشا اور سمیان کی طرف دیکھ کر بولا:

"مگر یہ سب کُچھ کیسے ہو گیا؟ کیا آپ لوگوں نے ٹائم سلنڈر کی فریکونسی کو صحیح طریقے پر پرفکس نہیں کیا تھا؟"

سمیان المونیم کی کُرسی پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

"عمران مشین چاہے کسی سیّارے کی ہو اُس میں کبھی نہ کبھی خرابی پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ ٹائم سلنڈر کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ ہماری فریکونسی کی کسی ایک لہر میں کسی جگہ ایک ذرّے کے کروڑویں حصّے کے برابر ننّھی سی تبدیلی واقع ہوئی اور اِس لئے ہمیں ۱۹۹۱ء کے پاکستان سے آگے ۲۰۷۰ عیسوی کے پاکستان میں پہنچا دیا۔"

شیبا نے مایوسی بھرے لہجے میں پوچھا :

"ہمارے ۔ ہمارے ماں باپ کہاں ہوں گے ؟ میری چھوٹی بہن تھی ۔ پانچ سال کی تھی ۔ کیا وہ ؟ کیا وہ ۸۵ برس کی ہو گئی ؟"

عمران نے اپنا چہرہ ہتھیلیوں میں چھُپا لیا ۔ شیبا گھبرائی ہوئی آواز میں بولی ۔

"اور میرا سات برس کا چھوٹا بھائی تھا ۔ میرا ایک ہی بھائی تھا ۔ وہ ۔ وہ کہاں ہو گا ؟"

اور وہ بھی چہرہ اپنی ہتھیلیوں میں چھُپا کر سِسکیاں بھرنے لگی ۔ سمیان نے گارشا کو اِشارہ کیا ۔ گارشا نے عمران اور شیبا کے سروں پر باری باری شفقت سے ہاتھ رکھا اور نرم لہجے میں بولی :

"تُم دونوں سائنس کے طالب علم ہو ۔ تمہیں حالات کو سمجھنے کی کوشش

کرنی چاہیے اور پھر تُم تین ہزار برس ماضی میں جا چُکے ہو۔ تُم وقت کی بازی گری کا تماشا کر چکے ہو۔ تمہیں اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہم لوگ ۸۰ برس آنے کے زمانے میں آ چکے ہیں۔"

عمران نے سر اُٹھا کر پوچھا:

"مگر میرے امّی، ابّو، میری چھوٹی بہن کہاں ہیں۔ اللہ کے لیے مُجھے ان کے پاس لے چلو۔"

"میں بھی اپنی ممّی ڈیڈی اور اپنے چھوٹے بھائی کے پاس جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر شیبا ایک دم کُرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ سمیان اور گارشا نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ اِن دونوں کو اِن کے گھروں میں لے جایا جائے۔ تاکہ حقیقت اِن پر خود بخود کھُل جائے۔ عمران کا محلّہ قریب تھا بلکہ وہی محلّہ تھا

جہاں کبھی عمران کا مکان ہوا کرتا تھا اور اُس کے امّی ابّو وہاں رہتے تھے اور چھوٹی بہن بھی رہتی تھی۔ عمران نے ایک آدمی سے اپنے باپ کا نام لے کر گھر کا پتا پوچھا۔ اُس آدمی نے کہا۔ "مجُھے معلوم نہیں۔" آخر ایک مارکیٹ میں اُنہیں ایک بُوڑھا آدمی ملا۔ جس نے عمران کو بتایا کہ اِس نام کا بزرگ اور اُس کی بیوی کو فوت ہوئے پچاس برس گزر چکے ہیں۔ عمران کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس کے امّی ابّو فوت ہو چکے تھے۔ مگر اُس کی چھوٹی بہن جس کی عُمر پانچ سال کی تھی۔ وہ ضرور زندہ ہو گی۔ بُوڑھے آدمی نے عمران کو بتایا کہ ایک بُوڑھی عورت سامنے والے فلیٹ میں ضرور رہتی ہے۔ وہ اکیلی رہتی ہے۔ اُس کی اولاد بھی اللہ کو پیاری ہو چُکی ہے۔

عمران فلیٹ کی طرف دوڑا۔ شیبا گارشا اور سمان اس کے ساتھ تھے۔ عالی شان بلڈنگ منزل کے ایک فلیٹ کے باہر کھڑے ہو کر عمران نے گھنٹی

بجائی۔ ایک نوکرانی نے دروازہ کھولا اور پوچھا :

"آپ کو کِس سے ملنا ہے ؟"

عمران نے کہا۔ "کیا عائشہ بی بی یہیں رہتی ہیں ؟"

پیچھے سے ایک عورت کی کم زور اور بوڑھی آواز آئی۔

"کون آیا ہے مُجھے ملنے ؟"

عمران کمرے میں داخل ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک پچاسی سالہ بُوڑھی عورت جس کے بال سفید ہو چُکے ہیں۔ چہرہ جھرّیوں سے بھر گیا ہے ایک آرام کُرسی پر بیٹھی ہے۔ عمران اُس کی طرف بے اختیار ہو کر بڑھا۔ اُس نے بوڑھی عورت کا کانپتا ہوا کم زور ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ کہا :

"عائشہ بے بی۔ میں عمران ہوں۔ تمہارا بڑا بھائی عمران۔"

یہ عمران کی چھوٹی بہن عائشہ ہی تھی جس کو عمران پانچ سال کی عمر میں چھوڑ کر گیا تھا اور اب وہ پچاسی سالہ بُوڑھی عورت بن چکی تھی۔ بوڑھی عورت کی مُردہ آنکھوں میں ایک چمک سی آگئی۔ اُس نے عمران کو دیکھا۔ بھلا وہ عمران کو کیسے نہیں پہچان سکتی تھی۔ عمران تو ابھی تک بائیس سالہ نوجوان تھا۔ اُس کا اپنا پیارا بڑا بھائی۔ بوڑھی بہن پر سکتہ سا چھا گیا۔ اس کے ہونٹ کپکپائے اور پھر وہ بے ہوش ہوگئی۔ بھلا اُسے کیسے یقین آسکتا تھا کہ اپنی عمر تو پچاسی سال کی ہوگئی ہو اور اس کا بڑا بھائی ابھی بائیس برس کا نوجوان ہی ہو۔

گارشا نے عمران کو پیچھے کھینچ لیا۔ نوکرانی کی سمجھ میں کُچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کُچھ کیا ہورہا ہے۔ شیبا کے چہرے پر ہوائیاں سی اُڑ رہی تھیں۔ وہ چیخ

مار کر کمرے گئی۔ سمیان اور گارشا نے عمران کو سہارا دیا اور فلیٹ سے باہر لے آئے۔ شیبا نے روتے ہوئے کہا۔

"گارشا! اگر میرا چھوٹا بھائی زندہ ہوگا تو کیا وہ بھی اتنا ہی بُوڑھا ہو گیا ہوگا؟ اللہ کے لیے مُجھے تین ہزار سال واپس لے چلو۔"

بڑی مُشکل سے سمیان اور گارشا نے عمران اور شیبا کو سنبھالا دیا۔ اب وہ ایک نہایت قیمتی اور آرام دہ ٹیکسی میں سوار ہوئے اور شیبا کی کوٹھی کی طرف چل دیے۔ کراچی شہر میں انقلابی تبدیلی آ چُکی تھی۔ عمارتیں بہت اُونچی اُونچی تھیں۔ سڑکیں کشادہ تھیں۔ ہر طرف صفائی تھی۔ بجلی اور ٹیلیفون کا کوئی تار باہر نہیں تھا۔ سب تار زمین کے اندر کر دیے گئے تھے۔ ایک خوب صورت مسجد سے اذان کی آواز سُنائی دے رہی تھی اور لوگ اپنی اپنی دُکانیں بند کر کے نماز ادا کرنے ہے مسجد کی طرف چلے جا

رہے تھے۔ سڑک پر ایک بھی بھکاری دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر شخص اُجلے لباس میں تھا۔ سب کے سب صحت مند اور شگفتہ تھے۔ کوئی عمارت اور کوئی دُکان ایسی نہیں تھی جہاں پر قرآنی آیات نہ کندہ ہوں۔ جگہ جگہ ٹیلیفون بُوتھ لگے تھے۔ ٹریفک کا انتظام آٹومیٹک تھا۔ گاڑیاں کم تھیں مگر بے حد قیمتی معلوم ہو رہی تھیں۔ شہر کی ہر عمارت کی آخری منزل اور عمارت کے سامنے پورچ میں پاکستان کا سبز ہلالی پرچم بڑی شان سے لہرا رہا تھا۔ گارشا نے کہا:

"پاکستان نے اللہ کے فضل سے بہت ترقّی کرلی ہے۔ یہ ایک خوش حال ترقّی یافتہ اسلامی ملک بن گیا ہے۔"

عمران کے مُنہ سے اپنے آپ نکلا۔ "اللہ ہمارے پاکستان کو قیامت تک سلامت اور ترقّی یافتہ اسلامی مُلک کی حیثیت سے قائم و دائم رکھے۔"

شیبا نے آہستہ سے کہا۔ ”آمین!“

ٹیکسی اُنھیں شیبا کے محلّے میں چھوڑ کر چلی گئی۔ شیبا پھٹی آنکھوں سے اِس مقام کو تک رہی تھی جہاں کبھی اُن کی چھوٹی سی کوٹھی ہوا کرتی تھی۔ اب وہاں کوٹھی کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اُس کی جگہ ایک ستّر منزلہ شان و شوکت والی صاف سُتھری چمکیلی عمارت کھڑی تھی جس کے باہر بھی ایک گول شیشے والی لِفٹ لگی تھی۔ بڑی مُشکل سے ایک ضعیف عورت ملی جس سے شیبا نے اپنے ڈیڈی کا نام لے کر پوچھا کہ وہ کہاں ہوتے ہیں۔ ضعیف عورت نے بتایا کہ اُن کا اور اُن کی بیوی کا انتقال ہوئے عرصہ گُزر چکا ہے۔ ہاں ان کا ایک بیٹا ضرور زندہ سلامت ہے۔ وہ فلیٹ نمبر ۲۰۴ میں اپنے پوتوں پوتیوں کے ساتھ رہتا ہے۔ مگر وہ بڑا بیمار ہے۔“

ضعیف عورت نے شیبا کے چھوٹے بھائی کا نام بالکل ٹھیک بتایا تھا۔

شیبا فلیٹ نمبر ۲۰۴ کی طرف بھاگی۔ سمیان گارشا اور عمران اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ فلیٹ کا دروازہ ایک نوجوان نے کھولا۔ اُس نے شیبا کو غور سے دیکھ کر پوچھا:

"آپ کو کِس سے ملنا ہے۔"

شیبا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا:

"مُجھے مجّو میاں سے۔۔۔ میرا مطلب امجد صاحب سے ملنا ہے۔ یہ میرے ساتھی ہیں۔ ہمیں اُن سے ضروری کام ہے۔"

اِس سے پہلے کہ وہ نوجوان جو شیبا کے چھوٹے بھائی امجد کا پوتا تھا کُچھ مزید پوچھتا شیبا بے دھڑک کمرے میں داخل ہو گئی۔ اُسے دیوار پر اپنی ممّی اور ڈیڈی کی تصویریں لگی نظر آئیں۔ وہ تصویر کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے

لگی۔ دوسرے کمرے سے کسی بُوڑھے شخص کی آواز آئی۔

"پرویز! یہ کون رو رہا ہے؟ کیا بات ہے؟" شیبا دوسرے کمرے کی طرف بھاگی۔ کیا دیکھتی ہے کہ اُس کا چھے سال کا چھوٹا بھائی امجد چھیاسی سالہ بُوڑھے کے روپ میں بستر پر لیٹا ہے۔

بُوڑھے نے نقّاہت اور کم زوری سے سر اُوپر اٹھا کر تکیے کا سہارا لیا اور شیبا کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے تکنے لگا۔ شیبا جذبات سے پھٹ پڑی اور چیخی۔

"مجّو۔ امجد میں شیبا ہوں تمہاری بڑی بہن۔"

وہ بُوڑھے بھائی کے گلے لگ کر بچّوں کی طرح رونے لگی۔ بُوڑھے کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا تھا۔ اُس کی آنکھیں کھُلی تھیں۔ اُس کے پوتے اور

بڑا بیٹا اور اُن کی بیوی اور بچّے بھی اندر آ گئے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ شیبا نے بھائی کے رعشہ زدہ بُوڑھے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے روہانسی آواز میں کہا :

"بھائی ۔ تُم کو کیا ہو گیا ؟" اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ۔

بُوڑھے کے بڑے بیٹے نے جو خود اُدھیڑ عمر کا تھا گارشا سے پوچھا :

"بی بی ! یہ سب کیا ڈرامہ ہے ۔ یہ عورت کون ہے ۔ تُم لوگ کون ہو؟"

عمران نے سنجیدہ آواز میں کہا ۔

"تمہیں اگر بتا بھی دیا گیا تو تمہیں یقین نہیں آئے گا۔ یہ جو چھیاسی سالہ بُوڑھا ہے یہ اِسی بیس سالہ لڑکی کا چھوٹا بھائی ہے ۔"

اُدھیڑ عمر آدمی نے چونک کر کہا ۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چھوٹا بھائی چھیاسی سالہ ہو اور بڑی بہن کی عمر بیس برس کی ہو۔" گارشا نے شیبا کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"یہی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

اُنہوں نے شیبا کو بڑی مُشکل سے وہاں سے اُٹھایا اور اپنے ساتھ لے کر فلیٹ سے باہر آ گئے۔ شیبا کی حالت خراب تھی۔ وہ غم سے نڈھال تھی۔ ٹھیک اُسی وقت عمران نے بھی اپنا سر پکڑ لیا اور شکایت کی کہ اُسے چکّر آ رہے ہیں اور ہر شے دُھندلی دھندلی نظر آنے لگی ہے۔ سمیان نے اپنی خلائی زبان میں گارشا سے کہا :

"گارشا جس کا مُجھے خطرہ تھا وہ بات ظاہر ہونے لگی ہے۔"

گارشا فوراً سمجھ گئی کہ سمیان کو کس بات کا خطرہ تھا۔ اُس نے جھُک کر غور

سے عمران کے چہرے کو دیکھا۔ عمران کی آنکھیں اپنے آپ بند ہو گئی تھیں۔ وہ نیم بے ہوش تھا۔ اُس کے چہرے پر ایسی لکیریں نمودار ہونا شروع ہو گئی تھیں جیسے جھرّیاں پڑ رہی ہوں۔ گارشا نے جلدی سے شیبا کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ شیبا کے چہرے پر بھی جھرّیوں کی لکیریں پڑنے لگی تھیں۔ اس نے سمیان سے کہا :

”ہمیں فوراً یہاں سے نِکل کر کسی محفوظ جگہ جانا ہو گا۔“

”میں تو اِس شہر سے ناواقف ہوں۔ تُم یہاں رہ چکی ہو۔“ سمیان بولا۔

”گارشا نے ہاتھ کے اشارے سے ایک ٹیکسی رکوائی۔ دونوں نے مل کر عمران اور شیبا کو جو تقریباً بے ہوش ہو چکے تھے، ٹیکسی میں ڈالا اور گارشا نے ٹیکسی والے سے کہا کہ سمندر کے کنارے لے چلو۔“

کراچی کا ساحل سمندر ۸۰ برس گزر جانے پر اتنا خوبصورت اور عالی شان ہو گیا تھا کہ گارشا ہے پہنچا تا ہی نہیں گیا۔ سمندری معدنیات پر تحقیق کے لیے وہاں ایک دس منزلہ شان دار عمارت کھڑی تھی۔ چوں کہ چھٹّی کا دِن نہیں تھا اِس لیے ساحلِ سمندر پر کوئی شخص نہاتا یا سیر کرتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہر شخص اپنے کام میں مصروف تھا۔ پام اور ناریل کے درختوں کی قطاریں دُور تک چلی گئی تھیں۔ ایک طرف سمندر کے ساحل سے تھوڑی دور ایک خوب صورت عظیم الشّان مسجد بنی ہوئی تھی جِس کے سبز مینار آسمان کی طرف اُٹھے ہوئے تھے۔ گارشا نے مسجد کی دیکھتے ہوئے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا:

"ٹیکسی مسجد کے پیچھے لے چلو۔"

اِس عالی شان مسجد کے پیچھے چند قدموں کے فاصلے پر ایک بھورے رنگ

کی نوکیلی چٹّان ریت سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ یہاں گارشا اور سمیان نے ٹیکسی چھوڑی۔ اُنہوں نے عمران اور شیبا کو ریت پر ڈال دیا تھا۔ وہ دونوں اب پوری طرح بے ہوش ہو چکے تھے۔ ان کے چہروں پر بے پناہ جھرّیاں پڑ چکی تھیں۔ سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں۔ کمر جھُک گئی تھی۔ گردن اور ہاتھوں کی رگیں صاف نظر آ رہی تھیں۔ دونوں ہی بُڈّھے کھوسٹ ہو گئے تھے۔ سمیان نے اُن کی طرف دیکھ کر کہا:

"گارشا اِن کی عمروں میں اسّی برس کا اضافہ ہو گیا ہے۔"

پھر باری باری دونوں کی نبض دیکھی اور بولا۔

"میں حیران ہوں کہ یہ ابھی تک زندہ ہیں۔"

گارشا نے سمیان کی طرف کوئی توجّہ نہ دی۔ وہ بھوڑی چٹّان کی طرف دیکھ رہی تھی جس میں اُسے ایک غار سا دکھائی دے رہا تھا۔ گارشا نے کہا :

"اِنہیں غار کے اندر لے آؤ سمیان۔"

سمیان بے نیازی سے کہنے لگا :

"اب اِن بُڈّھے کھوسٹوں کو اندر لے جا کر کیا کریں گے۔ ابھی یہ مر جائیں گے۔ اُنہیں اِسی جگہ ریت میں دبا دیں گے۔"

گارشا نے ذرا سخت لہجے میں کہا :

"کیا کہہ رہے ہو؟ اُنہیں اندر لے جانا ہے۔"

پھر گارشا نے بڑھی شیبا کو اُٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔ شیبا سو سال کی بوڑھی ہو کر پھول کی طرح ہلکی ہو گئی تھی۔ سمیان نے عمران کو اُٹھا لیا۔ وہ اُنہیں

چٹّان کے اندر غار میں لے آئے۔ غار تھوڑی دور جا کر بند ہو گیا تھا۔ دیوار میں ایک محراب سی بنی ہوئی تھی۔ سمیان نے عمران کو زمین پر رکھ دیا اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا:

"میں تو اب واپس اپنے سیّارے ڈیگان میں چلا جاؤں گا۔ کیوں کہ میری اب یہاں ضرورت نہیں ہے۔"

گارشا نے کہا۔ "ابھی تمہاری ضرورت ہے سمیان۔"

"مگر اِن بُڈّھوں کا تُم کیا کرو گی گارشا؟" سمیان نے جھنجھلا کر کہا۔

گارشا بولی۔ "وقت پیچھے جائے گا سمیان۔ ہم حقیقت کی دُنیا میں واپس چلے جائیں گے۔ یہ ہمارا زمانہ نہیں ہے۔ ہم اِس زمانے میں تمہاری غَلطی کی وجہ سے آ گئے ہیں۔"

”گارشا! دُنیا کی کوئی طاقت اب ہمیں ۸۰ برس پرانے زمانے میں نہیں لے جا سکتی۔ کیوں کہ یہاں کوئی ٹائم سلنڈر نہیں ہے۔“

”سمیان! اس کائنات میں ایک ایسی طاقت بھی موجود ہے جو ارض و سما کی واحد مالک ہے اور جس کے اشارے سے اِس ساری کائنات کا نظام چل رہا۔ ہے۔ وہ اللہ ہے۔ کائنات کی ہر شے کی طرح وقت اُس کا غُلام ہے۔ وہی ہماری مدد کرے گا کیوں کہ اس کے سوا اب ہمارا کوئی مدد گار نہیں ہے۔“

سمیان نے گردن جھٹک کر کہا۔ ”میری تو کُچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ تُم کیا کہہ رہی ہو۔“

گارشا کی نظریں اندھیرے میں دیوار پر بنی ہوئی محراب پر لگی تھیں۔ اس نے کہا:

"اِس محراب کی طرف دیکھتے رہو سمیان۔ وہی طاقت اپنی رحمتوں کی بارش کرنے والی ہے۔ اُس نے ہمارے گناہ معاف کر دیے ہیں۔"

سمیان محراب کی طرف تکنے لگا۔ محراب میں دھیمی روشنی اُبھر رہی تھی۔ پھر ایک دم بجلی چمکی، ایک کڑاکا ہوا اور سمیان اور گارشا دونوں بے ہوش ہو کر زمین پر لڑھک گئے۔ جب اُنھیں ہوش آیا تو غار کے مُنہ میں صُبح کی نیلی نیلی روشنی اندر آ رہی تھی۔ سمیان نے اپنی آنکھیں مل کر کہا۔

"یہ کیا ہو گیا تھا گارشا؟"

گارشا کے دِل کو یقین تھا کہ اللہ نے اُن کی مدد کی ہے۔ اُس نے ہلکی نیلی روشنی میں زمین پر بے ہوش سے پڑے عمران اور شیبا کو دیکھا۔ دونوں کے چہروں کی جھرّیاں غائب ہو چُکی تھیں۔ بال پھر سے سیاہ ہو گئے تھے۔ ہاتھوں کی رگیں گوشت میں چھُپ گئی تھیں۔ سمیان پھٹی پھٹی آنکھوں سے

اُنھیں تک رہا تھا۔

"یہ۔۔۔۔ یہ کیسے ہو گیا گارشا؟"

اُس کے مُنہ سے اپنے آپ نکل گیا۔ گارشا کا چہرہ اللہ کی عظمت اور محبّت کی روشنی سے چمکنے لگا تھا۔ اُس نے کہا:

"تُم نہیں سمجھ سکو گے سمیان۔"

پھر اُس نے عمران اور شیبا کو اُٹھایا۔ دونوں کو ہوش آ گیا۔ عمران نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

"گارشا! کیا ہم قدیم زمانے سے اپنے زمانے میں پُہنچ گئے ہیں؟"

شیبا نے بے تابی سے پوچھا:

”ہم اپنے وطن میں آ گئے ہیں نا گارشا؟“

عمران اور شیبا بالکل بھول گئے تھے کہ وہ اِس سے پہلے ایک بار اس وقت پاکستان میں داخل ہوئے تھے جب پاکستان میں ۲۰۷۰ء کا سن تھا اور اُنھوں نے اپنے چھوٹے بہن بھائی کو بڑھاپے کی حالت میں دیکھا تھا۔ گارشا نے کہا۔

”ہاں عمران ہم پاکستان میں پہنچ گئے ہیں۔“

شیبا نے پوچھا۔ ”یہ ۱۹۹۱ء کا پاکستان ہے نا؟“

گارشا نے دِل میں اللہ سے دُعا کی کہ یا اللہ باہر ۱۹۹۱ء کا زمانہ ہی ہو۔ وہ بولی۔

”کیوں نہیں۔ ہم ۱۹۹۱ء کے زمانے میں ہی آئے ہیں۔“

وہ غار سے باہر آئے۔ سب سے پہلے گارشا اور سمیان نے یہ دیکھا کہ باہر ساحلِ سمندر پر تھوڑی دیر پہلے جو عالی شان مسجد بنی ہوئی تھی اُس کی جگہ اب ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔

وہ پاکستان میں اسّی برس پیچھے کے زمانے میں تھے یعنی یہ ۱۹۹۱ء کا ہی زمانہ تھا۔ گارشا نے اللہ کا شُکر ادا کیا۔

خلائی کمپیوٹر کی تباہی

سمیان کُچھ نہ سمجھ سکا کہ کسی ٹائم سلنڈر کے بغیر وقت کیسے ۸۰ برس پیچھے ہو گیا تھا۔ عمران اور شیبا نے غار ہی باہر نکلتے ہی کراچی کے سمندر کو پہچان لیا۔ اُنہوں نے کلفٹن سے ٹیکسی پکڑی اور سب سے پہلے وہ شیبا کے محلّے میں آ گئے۔ شیبا کا محلّہ اب بالکل ویسا ہی تھا جیسا ۱۹۹۱ء میں ہوا کرتا تھا۔ عالی شان بلڈنگ کی جگہ اب وہاں شیبا کی چھوٹی سی پُرانی کوٹھی تھی۔ شیبا گھر

میں داخل ہوئی تو اُس کے ممّی ڈیڈی نے اُسے گلے لگا لیا۔ شیبا کا چھوٹا بھائی امجد جو تھوڑی دیر پہلے چھیاسی برس کا بُوڑھا تھا اب چھے برس کا لڑکا تھا۔ وہ بھی اپنی بہن سے مل کر بہت خوش ہوا۔ عمران کے ماں باپ بھی زندہ تھے اور ابھی بُوڑھے نہیں ہوئے تھے۔ اُس کی چھوٹی بہن بھی ابھی پانچ چھے برس ہی کی تھی۔ عمران اور شیبا میں سے کسی کو یہ یاد نہ رہا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے وہ اِن لوگوں کو بُڑھاپے کی حالت میں مل چکے ہیں۔ اور وہ ۸۰ برس آگے کے ترقّی یافتہ پاکستان میں نکل آئے تھے اور یہ کہ وہ خود بھی بُوڑھے کھوسٹ بن گئے تھے۔ دوسری اچھّی بات یہ ہوئی تھی کہ عمران اور شیبا قدیم زمانے میں نہ جانے کتنے مہینے گزار کر آئے تھے، لیکن ۱۹۹۱ء کے پاکستان میں صرف چند روز ہی گزرے تھے۔

اِس کے بعد گارشا، عمران اور شیبا پولیس انسپکٹر شہباز کے دفتر گئے۔

تانیا بھی وہاں موجود تھی، وہ عمران، شیبا اور گارشا سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ گارشا نے ان کا تعارف سمیان سے کرایا۔ گارشا نے کہا:

"سمیان کا تعلّق ہمارے دوست سیّارے ڈیگان سے ہے۔ وہ صرف ہماری مدد کرنے کی خاطر ہمارے ساتھ یہاں آیا ہے۔"

تانیا اور انسپکٹر نے سمیان کا شکریہ ادا کیا۔ سمیان نے پوچھا:

"اوٹان مخلوق کے لوگ اس وقت کہاں ہیں؟"

تانیا نے اُنہیں بتایا کہ اس وقت وہ اُس کے خیال کے مطابق پاکستان میں نہیں ہیں۔ کیوں کہ دو دنوں سے شہر میں کہیں کوئی تخریبی کارروائی نہیں ہوئی۔

"مگر گارشا! اُنھوں نے یہاں بڑی تباہی مچائی۔ کئی پُل برباد کر دیئے۔ کئی

عمارتیں تباہ کر دیں۔ سینکڑوں بے گناہ لوگ مارے گئے۔"

سمیان نے پُر عزم لہجے کے ساتھ کہا :

"ہم اُن سے پورا پورا اِنتقام ہی نہیں لیں گے بلکہ پاکستان کی پُرامن زمین کو اِس وحشی خلائی مخلوق سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاک کر دیں گے۔"

تانیا نے انسپکٹر کی طرف دیکھا۔ انسپکٹر نے کہا :

"مگراوٹان مخلوق کے پاس بے پناہ خلائی طاقت ہے۔ مارگن غائب رہتا ہے اور کسی کو سوائے گارشا کے نظر نہیں آتا۔ اب تو وہ تانیا کو بھی نظر نہیں آتا تھا۔"

تانیا نے گارشا سے کہا۔ "تمہارے خلائی محلول کا اثر ختم ہو گیا ہے گارشا۔"

گارشا بولی۔ "گھبراؤ نہیں، میں آ گئی ہوں اور میں اُسے غیبی حالت میں بھی

دیکھ لوں گی۔ سوال یہ ہے کہ وہ اِس وقت کہاں ہیں؟ کیا مارگن کے ساتھ اُس کا کوئی ساتھی بھی ہے؟"

تانیا نے کہا۔ "لگتا ہے کہ اُن کا پورا ایک خلائی گروہ یہاں پر آگیا ہے۔ اُن کے پاس ایسے بم ہیں جو بے پناہ تباہی پھیلاتے ہیں۔ لوگ گھروں میں سوتے سوتے مرنے لگتے ہیں۔ یہ خلائی مخلوق اُنہیں شاید اُنگلی سے چھُو کر ہلاک کر دیتی ہے۔"

اِس پر خلائی مخلوق سمیان نے کہا:

"اب وہ ایسا نہیں کر سکیں گے، لیکن گارشا ہمیں سے پہلے مارگن اور اس کے ساتھی کے خُفیہ ٹھکانے کا کھوج لگانا ہوگا۔"

اُدھر سمیان، گارشا، تانیا، عمران، شیبا اور انسپکٹر شہباز خلائی مخلوق کے

خُفیہ ٹھکانے کی سُراغ رسانی کر رہے تھے اور دوسری طرف خلائی قاتل مارگن اور شارٹی، برازیل کی ویران پہاڑی کی خُفیہ کمین گاہ میں پہنچنے کے بعد اپنے آپ کو بڑے خطرناک ہتھیاروں سے لیس کر رہے تھے۔ وہ اِس بار آخری حملہ کر کے دُنیا بھر میں تباہی پھیلانے اور اُس پر حکومت کرنے کا پُختہ اِرادہ کر چکے تھے۔ اُنھوں نے چوبیس گھنٹوں کی لگاتار کوشش کے بعد لیبارٹری میں موجود بچّے کھُچے خلائی آلات اور فارمولوں کی مدد سے پاکٹ سائز کا ایک بے حد خطرناک کمپیوٹر تیّار کر لیا۔ جب کمپیوٹر تیّار ہو گیا تو مارگن نے اپنے خلائی ساتھی شارٹی سے کہا:

"یہ ایک انوکھا انتقام ہو گا جو ہم اس زمینی سیّارے کی مخلوق سے لیں گے۔ وہ نہ زندوں میں ہوں گے اور نہ مُردوں میں اور ساری زمین پر، زمین کے سارے مُلکوں پر صرف ہم دونوں کی حکومت ہو گی۔ ہم زمین کے تمام

مُلکوں کی بے پناہ دولت کے مالک ہوں گے۔ ہم صرف اپنی مرضی کے چند گنے چُنے لڑکوں اور عورتوں کو ہی اپنی خدمت کے لیے اپنے پاس رکھیں گے۔ یہ ہمارے غُلام ہوں گے اور اِن کے دماغ ہمارے کنٹرول میں ہوں گے۔"

شارٹی نے شیطانی مُسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"یہ ایک ایسا بھیانک انتقام ہو گا کہ اِس دُنیا کی تاریخ اِس پر آ کر ختم ہو جائے گی۔"

مارگن نے پاکٹ سائز کے خطرناک کمپیوٹر کو بڑی احتیاط سے لفافے میں بند کر کے اپنی جیب میں رکھا اور شارٹی سے کہا:

"اِس کا اثر صرف خلائی عورت گارشا پر نہیں ہو گا، مگر نہیں اب اُس کی

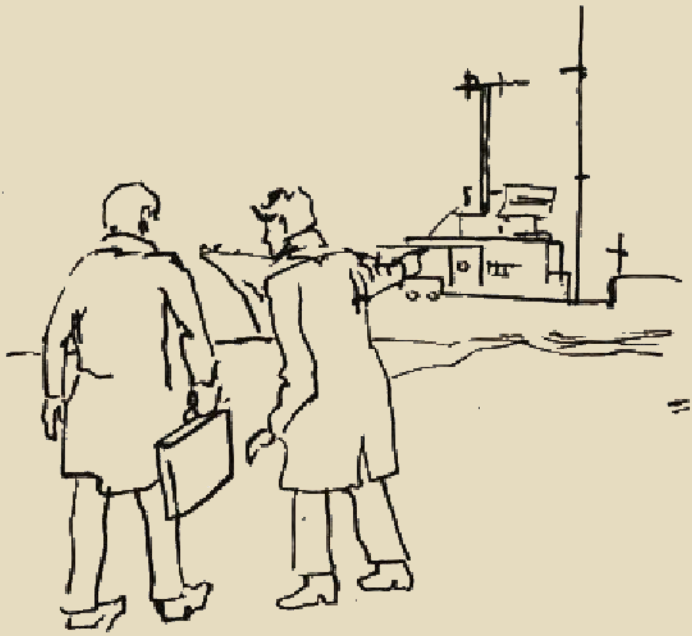
زیادہ پروا نہیں ہے۔ ہم اُسے دوسری طرح سے ہلاک کر دیں گے۔ اب ہمیں اپنے سفر پر روانہ ہو جانا چاہیے۔"

شارٹی نے مشورہ دیا:

"کیوں نہ ہم اپنے کمپیوٹر اُسی مُلک برازیل سے استعمال کرنا شروع کر دیں۔"

مارگن ہونٹوں کو سکیڑ کر بولا:

"نہیں۔ ہمارے خلائی ساتھیوں کو پاکستان میں ایک ایک کر کے موت کے گھاٹ اُتارا گیا ہے۔ ہم اِس آپریشن کی ابتدا پاکستان کے شہر کراچی ہی سے شروع کریں گے۔ اس کے بعد میں سے۔ دوسرے مُلکوں کا رُخ کریں گے۔"



مارگن نے اپنے آپ کو غائب کر لیا اور شارٹی کو ہدایت کی کہ وہ ائیر پورٹ کی طرف چلے۔ شارٹی مارگن کو دیکھ سکتا تھا۔ خُفیہ لیبارٹری سے باہر آتے ہی اُنھوں نے تیز تیز قدموں سے بڑی شاہراہ کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ یہاں سے وہ ایک بس میں سوار ہو کر ائیر پورٹ پر آ گئے۔ شارٹی کے پاس ہوائی جہاز کا ٹکٹ موجود تھا۔ وہیں سے اُس کی بُکنگ ہو گئی۔ مارگن کو ٹکٹ لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ کیوں کہ وہ کسی کو نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔ وہ جہاز میں سوار ہو گئے۔

یوں ایک دِن اور ایک رات کا سفر کرنے کے بعد وہ کراچی پہنچ گئے۔ شارٹی نے اپنا حلیہ سیّاحوں والا بنا رکھا تھا۔ اُسے پولیس پہچانتی بھی نہیں تھی۔ ائیر پورٹ پر جو پولیس موجود تھی اُن کے پاس مارگن کے فوٹو موجود تھے۔ مگر مارگن غیبی حالت میں تھا اور کسی کو دِکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ

بڑے اطمینان سے ہوائی میدان سے باہر آئے۔ شارٹی نے ٹیکسی لی اور اُسے پرانے قبرستان سے دُور چھوڑ دیا۔ وہ دونوں ابھی پُرانے قبرستان والے خُفیہ ٹھکانے میں بیٹھ کر شہر پر خطرناک کمپیوٹر کے حملے کی پوری اسکیم تیّار کرنا چاہتے تھے۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا۔ شارٹی اور مارگن اُونچے چبوترے والی قبر کے اندر چھُپ کر بیٹھ گئے۔ پُرانے قبرستان کا وہ حصّہ تھا جو راکٹ سے نسبتاً کم تباہ ہوا تھا۔ یہ قبر کیا تھی ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی جس کے درمیان میں قبر کا تابوت رکھا ہوا تھا۔ مارگن نے جیب سے کمپیوٹر نکالا اور اُس کے بٹن دبائے۔ چھوٹی اسکرین پر کراچی شہر کے بازاروں، مکانوں، گلیوں، پارکوں، ائیر پورٹ اور ساحل سمندر کے علاقوں کی اسکیننگ یعنی برقی تصویریں آنے لگیں۔ ایک جگہ مارگن نے بٹن دبا کر تصویر کو روک دیا۔ اُس نے شارٹی سے کہا:

"یہ لکیریں ایک تباہ شدہ یُونانی جہاز کی ہیں جو کراچی کے ساحل سے پندرہ میل دور مونگے کی ایک چٹّان پر چڑھ گیا تھا۔ اِس کا سارا سامان نکال لیا گیا ہے۔ اب یہ جہاز خالی ہے۔ اِس کے اسکریپ کا بھی ابھی سودا نہیں ہوا۔ ہمارے لیے یہ جگہ بڑی مناسب رہے گی۔"

شارٹی کمپیوٹر کی اسکرین پر تباہ شدہ جہاز کی لکیروں کے خاکے کو غور سے دیکھ رہا تھا، کہنے لگا:

"اگر تُم نے یہی فیصلہ کیا ہے تو ہمیں ابھی یہاں پہنچ کر اپنا مورچہ بنا لینا چاہیے۔"

"مُجھے کوئی اعتراض نہیں۔ کیوں کہ کراچی شہر پر حملے کے لیے اِس سے بہتر کوئی دوسری جگہ مُجھے دِکھائی نہیں دیتی۔"

مارگن نے کمپیوٹر اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے کہا۔ "وہ اِسی وقت قبرستان سے ساحلِ سمندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ دونوں کے پاس ایک ایک بریف کیس تھا جس میں خلائی گنیں اور دوسرا کچھ باقی بچا ہوا خلائی سامان تھا۔

کراچی کا ساحلِ سمندر دُور تک ویران تھا۔ رات کے وقت وہاں کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا۔ ہلکی ہلکی چاندنی میں سمندر کی پُر سکون لہریں دُور سے آ کر ساحل کی ریت پر پھیلتی چلی جائیں اور پھر واپس سمندر کی طرف پلٹ جائیں۔ مارگن نے کمپیوٹر نکال کر تباہ شدہ یُونانی جہاز کا خاکہ بنایا اور اُس کے رُخ کی ڈگریوں کو متعیّن کرنے کے بعد شارٹی سے کہا: "جہاز تک ہمیں سمندر میں تیر کر جانا ہو گا۔ تُم میرے پیچھے پیچھے آنا۔" یہ کہہ کر مارگن نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ اُس کے پیچھے شارٹی بھی سمندر میں کُود گیا۔

اپنے اپنے بریف کیس اُن کی گردنوں میں لٹک رہے تھے۔ وہ اپنی خلائی طاقت کے ساتھ تیرنے لگے اور دیکھتے دیکھتے سمندر کی لہروں کو چیرتے ہوئے مونگے کی اس چٹّان کی طرف آ گئے جہاں تباہ شدہ یونانی جہاز کا اگلا حصّہ چٹّان پر چڑھ گیا تھا۔ جہاز کی تقریباً ساری مشینری نکالی جا چُکی تھی۔ جہاز کے دوسرے عرشے یعنی ڈیک کے سامنے والے چھوٹے سے کیبن کو مارگن نے اپنا آپریشن روم بنانے کا فیصلہ کرلیا۔ اُنھوں نے ایک کاؤنٹر پر بریف کیس میں سے تمام چیزیں نکال کر رکھ دیں۔ شارٹی نے دو منٹ میں تمام آلات کو سیٹ کر دیا۔

مارگن نے پاکٹ سائز کمپیوٹر کو اپنے سامنے کاؤنٹر پر اسٹینڈ کے ساتھ لگایا اور جلدی جلدی اس پر کام شروع کر دیا۔ شارٹی دوسری طرف سے ریموٹ کنٹرول کو کمپیوٹر کے ساتھ جوڑنے لگا۔ صُبح ہونے تک یہ خطرناک

خلائی کمپیوٹر کراچی والوں سے ایک بھیانک انتقام لینے کے لیے بالکل تیّار تھا۔ مارگن نے کُرسی چھوڑ دی اور کیبن کے شیشے میں سے دُور کراچی کی جگمگاتی روشنیوں کی طرف نگاہ ڈالی۔ اُس کے چہرے پر انتہائی مکروہ مُسکراہٹ نمودار ہوئی۔ شارٹی بھی اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

مارگن بولا۔ "شارٹی! حملے کے لیے کمپیوٹر تیّار ہے۔ اب صرف مُجھے شہر کا ایک چکّر لگا کر کمپیوٹر کی فیڈنگ کرنی ہو گی۔ تُم ریموٹ کنٹرول پر رہنا۔ میں تمھیں شہر کے مختلف علاقوں سے فیڈنگ سِگنل دوں گا۔ کیوں کہ اس کے بغیر اس شہر پر ہمارا حملہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

یہ کہہ کر مارگن جہاز سے نکلا اور سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ اُس کا رُخ شہر کے کیماڑی والے ساحل کی طرف تھا۔

اب ہم سمیان، گارشا، عمران، شیبا اور تانیا کی طرف آتے ہیں اور دیکھتے

ہیں کہ خلائی قاتلوں کے خلاف اُن کی سُراغ رسانی کہاں تک پہنچی ہے۔

اِن لوگوں نے شہر کا کونا کونا چھان مارا مگر اُنہیں خلائی قاتل مارگن یا اُس کے ساتھی کا کہیں کوئی سُراغ نہ مل سکا۔ سمیان نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اوٹان مخلوق نے اپنے جسم میں ضرور کوئی ایسا انجکشن لگایا ہے جس کے اثر سے اُن کے جسم سے نکلنے والی ایٹمی تابکاری ہمیں محسوس نہیں ہو رہی۔ گارشا نے اس کے خیال کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن مارگن غیبی حالت میں بھی کم از کم مجھے اور تمہیں نظر تو آ سکتا تھا۔ ہم نے شہر کا کوئی علاقہ نہیں چھوڑا، مگر مارگن ہمیں کہیں بھی نظر نہیں آیا۔"

تانیا نے کہا۔ "ہو سکتا ہے یہ لوگ ابھی برازیل والے خُفیہ ٹھکانے پر ہی ہوں۔"

عمران بولا۔ "وہ اتنی دیر وہاں نہیں رہ سکتے۔ اُنہوں نے شہر میں تباہ

کاریوں کا سِلسِلہ شروع کر دیا تھا۔ اب وہ اس میں وقفہ نہیں ڈال سکتے۔"

شیبا نے سوال کیا۔ "ہم نے اُن کے خلائی حملے کے خلاف کونسی تدبیریں اختیار کر رکھی ہیں ہے۔"

گارشا نے تانیا کی طرف دیکھا۔ تانیا نے کہا :

"انسپکٹر شہباز نے سارے شہر کی ناکہ بندی کروا رکھی ہے۔ کوئی سڑک، کوئی بنگلی، کوئی اہم مقام ایسا نہیں جہاں مسلح گارڈ موجود نہ ہو۔"

شیبا طنزیہ انداز میں مُسکرائی۔ "تانیا کیا تُم سمجھتی ہو کہ تمہارے مُقابلے میں کوئی بچّوں کی فوج آ رہی ہے؟ یہ خلائی مخلوق ہے اور مارگن اِس بار پہلے سے دو گُنی خلائی طاقت اور خطرناک ترین حربوں کے ساتھ حملہ کرے گا۔"

"تانیا ٹھیک کہتی ہے۔" گارشا نے کہا۔

سمیان بولا۔ ”میرے پاس اپنے خلائی سیّارے کی ایک طاقت ایسی ہے کہ اگر مارگن یا اُس کا ساتھی کسی انسان کو لیزر شُعاع پھینک کر ہلاک کرنے کی کوشش کرتا ہے تو میں اُس گن کو خلائی مخلوق سمیت بھسم کر سکتا ہوں۔“

عمران نے کہا۔ ”وہ تو اِس صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ کو خلائی مخلوق اور اُس کی خلائی گن نظر آ جائے۔ جب تک گن نظر آئے گی اس کا شُعلہ تو بد نصیب انسان یا کسی بھی عمارت کو بھسم کر چکا ہو گا۔“

گارشا نے کہا۔ ”ہمیں سب سے پہلے مارگن اور اُس کے خلائی ساتھی کو کسی طرح ہلاک کرنے کی کوشش کرنی ہو گی اور وہ صرف ایک ہی طریقے سے ہلاک ہو سکتے ہیں کہ اُنہیں کسی اندھے کنوئیں میں پھینک کر اُوپر سے پٹرول ڈال کر کنوئیں میں آگ لگا دی جائے اور کنوئیں کو بند کر دیا جائے۔ دوسرے کسی طریقے سے یہ خلائی مخلوق ہلاک نہیں ہو سکے گی۔“

صُبح ہونے تک یہ میٹنگ جاری رہی۔ جب سورج نکل آیا تو گارشا نے کہا:

"ہم تھوڑی دیر کے لیے آرام کریں گے۔ اُس کے ایک گھنٹے بعد ہم دوبارہ یہاں جمع ہوں گے اور خلائی حملے کے خلاف کوئی توڑ دریافت کرنے کی کوشش کریں گے۔ انسپکٹر شہباز بھی ہمارے ساتھ ہوں گے۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہم اسی جگہ ملیں گے۔"

سمیان، تانیا اور گارشا انسپکٹر شہباز کے آفس کی طرف چل دیئے۔ عمران اور شیبا اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

ٹھیک اُس وقت خلائی شیطان مارگن کراچی شہر کی سڑکوں، پارکوں، باغوں اور گلیوں میں گھوم پھر کر اپنے کمپیوٹر کی فیڈنگ کے لیے سِگنل دے رہا تھا اور کسی کو خبر نہ تھی کہ تھوڑی دیر بعد اِس شہر پر کیا مُصیبت نازل ہونے

والی ہے۔

دوپہر کا وقت تھا۔ کراچی شہر کے بازاروں میں بڑی رونق تھی۔ گھروں میں کھانے پک رہے تھے۔ دفتروں میں کام ہو رہا تھا۔ ٹریفک کا شور تھا۔ اسکولوں میں چھُٹّی ہونے والی تھی۔ جِن اسکولوں میں چھُٹّی ہو گئی تھی وہاں سے بچّے شور مچاتے، اُچھلتے کودتے باہر نکل رہے تھے۔ ٹھیک اُس وقت کراچی سے چند میل دور سمندری مونگے کی چٹّان والے تباہ شدہ جہاز کے کیبن میں مارگن اور شارٹی کاؤنٹر کے آگے بیٹھے تھے۔ اُن کی نظریں سامنے رکھے چھوٹے کمپیوٹر پر جمی ہوئی تھیں۔ مارگن کی اُنگلیاں تیزی سے بٹنوں پر چل رہی تھیں۔ پھر اُس کی اُنگلیاں ایک دم سے رُک گئیں۔ اُس نے ایک بٹن کو دبایا کمپیوٹر کی اسکرین پر کراچی کے ائیر پورٹ کا خاکہ اُبھر آیا۔ وہاں بڑی رونق تھی۔ ایک جہاز لندن سے ابھی آیا تھا۔ اُس کے

مسافر سیڑھی پر سے اُتر رہے تھے۔ ایک چھوٹا فلائنگ کلب کا جہاز ائیر پورٹ کے اُوپر چکّر لگا رہا تھا۔ شارٹی تے مارٹن سے کہا :

"مارگن اب کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟"

مارگن کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔ اُس نے دانت پیستے ہوئے کہا :
"میرے خلائی انتقام کا وقت آگیا ہے۔"

اور کمپیوٹر کے کونے والے بٹن کو اُس نے اُنگلی سے دبا دیا۔ کمپیوٹر سے نظر نہ آنے والی شُعاعیں نکلیں اور ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ سے بھی زیادہ رفتار کے ساتھ وہ کراچی ائیر پورٹ کے گرد پھیلی فضا سے جا کر ٹکرا گئیں۔

اِن شُعاعوں کے ٹکراتے ہی ائیر پورٹ پر ایک دم سے سنّاٹا چھا گیا۔ ہر

شے اپنی جگہ ساکت ہو گئی۔ جہاز کی سیڑھی پر سے اُترتے ہوئے مسافر وہیں جم کر رہ گئے۔ جس کا پاؤں اُٹھا تھا وہ وہیں پتھرّ بن گیا۔ جو پاؤں زمین پر پڑا تھا وہ وہاں سے اُٹھ نہ سکا۔ فضا میں جو چھوٹا طیارہ پرواز کر رہا تھا اِن شُعاعوں کے اثر سے وہ بھی فضا میں پتھرّ بن کر وہیں لٹک کر رہ گیا۔ ائیرپورٹ کے لاؤنج میں بیٹھے لوگ، پارک میں کھڑی گاڑیاں، گاڑیوں میں بیٹھے مسافر، گاڑیوں سے اُترتے لوگ، کاؤنٹر پر کھڑے مسافر، لاؤنج میں سے گزرتی ائیر ہوسٹسیں سب کے سب اپنی جگہ پر بے حس و حرکت بُت بن گئے تھے۔ شہر سے مسافروں کو لا کر جو گاڑی ائیرپورٹ کی حدود میں داخل ہوتی وہ بھی ایک جھٹکے کے ساتھ مسافروں سمیت وہیں پتھرّ بن جاتی۔ یہ حالت باہر کے لوگوں نے دیکھی تو اُن میں بھگدڑ مچ گئی۔ بلڈنگوں اور مکانوں کی کھڑکیوں سے لوگوں نے فلائنگ کلب کے جہاز کو فضا میں لٹکے ہوئے

ساکت دیکھا تو ایک شور مچ گیا۔ پولیس کی گاڑیاں فوراً ہارن بجاتی ائیر پورٹ کی طرف دوڑ پڑیں۔ جوں ہی پہلی دو گاڑیاں خلائی کمپیوٹر کی شُعاعوں کی حدود میں داخل ہوئیں وہیں پتھرّ بن گئیں۔

مارگن کی نظریں کمپیوٹر پر تھیں۔ اس نے ایک شیطانی قہقہہ لگایا اور بولا۔ "شارٹی! اوٹان سیّارے کی مخلوق کا انتقام شروع ہو گیا۔"

اُس کے ساتھ ہی مارگن نے کُچھ بٹن تیزی سے دبائے۔ کمپیوٹر کی اسکرین پر کراچی کے ریلوے اسٹیشن کا خاکہ اُبھر آیا۔ ایک ٹرین ابھی ابھی لاہور سے آکر پلیٹ فارم پر کھڑی ہوئی تھی۔ اُس کے مسافر اُتر رہے تھے۔ دوسرے پلیٹ فارم پر پشاور جانے والی گاڑی تیّار کھڑی تھی۔ چاروں طرف بڑی رونق تھی۔ قُلی سروں پر سامان اُٹھائے گاڑی کی طرف چلے جا رہے تھے۔ عورتیں، بچّے، بڑے چھوٹے مسافر گاڑی سے نکل رہے

تھے اور گاڑی کی طرف جا بھی رہے تھے۔ مارگن نے جلدی سے کمپیوٹر کے سُرخ بٹن کو دبا دیا۔

ریلوے اسٹیشن کی فضا میں کمپیوٹر کی شُعاعوں کے داخل ہوتے ہی ایک ہلکی سی روشنی ہوئی اور جہاں تھوڑی دیر پہلے لوگوں کا شور تھا۔ اب وہاں موت کی خاموشی چھا گئی۔ جو مسافر جس حالت میں تھا وہ وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ سامان لادے قُلی نے جو قدم اُٹھایا تھا وہ وہیں کا وہیں رہ گیا اور قُلی سامان سمیت پتھرّ کا بُت بن گیا۔ ٹرین سے اُترتے، ٹرین میں بیٹھے، پلیٹ فارم پر چلتے، گیٹ سے نکلتے، ٹکٹ لیتے، ٹکٹ دِکھاتے سب کے سب پتھرّ بن گئے تھے۔ ایک انجن میں سے جو دھواں نکل رہا تھا وہ وہیں فضا میں جَم گیا تھا۔ انجن کی بھٹّی میں جلتی ہوئی آگ کے شُعلے بھی ساکت ہو گئے تھے۔ ڈرائیور کے ہاتھ میں چائے کی پیالی پکڑی کی پکڑی رہ گئی تھی۔ پلیٹ

فارم کی کینٹین پر ایک مسافر روٹی کھا رہا تھا۔ اُس کا نوالے والا ہاتھ اُس کے مُنہ کے قریب پہنچ کر پتھرّ ہو گیا تھا۔ دفتر میں جو لوگ کام کر رہے تھے وہ بھی اپنی اپنی جگہ پر بُت بن گئے تھے۔ کسی کو نہ کُچھ نظر آ رہا تھا، نہ کُچھ سُنائی دے رہا تھا۔ ریلوے اسٹیشن جو پہلے مختلف قسم کی آوازوں سے گونج رہا تھا اب وہاں پر قبرستان جیسی خاموشی چھا گئی تھی۔ مارگن نے ایک اور شیطانی قہقہہ لگایا اور کمپیوٹر پر کراچی کی بندرگاہ کا خاکہ اُبھر آیا۔ مارگن نے سُرخ بٹن دبا کر بندرگاہ کے لوگوں مسافروں دفتر کے عملے اور جہازوں اور جہازوں کے اندر بیٹھے اور عرشے پر چلتے پھرتے مسافروں کو پتھرّ بنا کر رکھ دیا۔ مارگن کے شیطانی کام میں تیزی آ گئی۔ اُس کی انگلیاں کمپیوٹر کے کی بورڈ پر تھرکیں۔ اسکرین پہ کراچی کے کسی علاقے کی عمارتوں، بازاروں اور پارکوں اور اسکولوں کے خاکے اُبھرتے اور مارگن ہر بار سُرخ بٹن کو

دبا کر وہاں کی ہنستی مُسکراتی، شور مچاتی، چلتی پھرتی زندگی کو پتھرّ بنا دیتا۔ دیکھتے دیکھتے کراچی کا آدھے سے زیادہ شہر پتھرّ بن گیا۔ لوگ بلڈنگوں کے اندر اپنے گھروں، اپنے دفتروں میں پتھرّوں کے بُت بن گئے سڑکوں پر تیز رفتاری سے بھاگتی گاڑیاں اپنی اپنی جگھوں پر ایسے رُک گئیں جیسے کسی نے اُن پر جادُو کر کے اُنھیں پتھرّ کر دیا ہو۔ آسمان پر اُڑتے پرندے بھی خلائی کمپیوٹر کی زد میں آ کر فضا میں اِس طرح لٹک گئے کہ اُن کے پر کھُلے تھے، مگر اپنی جگہ سے ذرا سی بھی حرکت نہیں کر رہے تھے۔

مارگن نے ایک اور قہقہہ لگا کر شارٹی سے کہا:

"ہم اِس مُلک کے ہر شہر کو قبرستان میں تبدیل کر دیں گے۔" شارٹی نے کہا۔ "لیکن مارگن ہم اِن پتھرّ کے انسانوں کو لے کر کیا کریں گے۔ ہمیں چاہیے کہ اُنھیں ریزہ ریزہ کر دیں یا جلا کر بھسم کر ڈالیں۔"

مارگن شیطانی لہجے میں بولا۔ "یہ مر چُکے ہیں شارٹی! اِن میں سے ایک بھی انسان زندہ نہیں ہے۔ جو کوئی اُنہیں ہاتھ لگائے گا وہ ریت بن کر گِر جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ جو چند آدمی اور عورتیں ہم اِس شہر میں زندہ رکھیں گے وہ خود اپنے ہاتھوں اپنے شہریوں کو خاک میں ملائیں۔ یہ میں اُن کی ہلاکت کے نئے اور انوکھے طریقے ایجاد کر رہا ہوں۔ ویسے تو میں پلوٹونیم بم لگا کر اِس سارے شہر کو ایک سیکنڈ میں تباہ کر سکتا تھا لیکن میں اِن کی موت کو زیادہ دردناک، زیادہ عبرت ناک بنانا چاہتا ہوں۔"

مارگن نے کمپیوٹر کے اسکرین پر دیکھا۔ وہاں کراچی کی سب سے بڑی سُپر مارکیٹ اور ایک عالی شان پلازا کا خاکہ اُبھرا ہوا تھا۔ علاقوں میں لوگوں کے پتھرّ بن جائے کی خبر پہنچ چکی تھی اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو بھاگ رہے تھے۔ مارگن نے کمپیوٹر کا سُرخ بٹن دبا دیا۔ اِس کے ساتھ ہی سُپر مارکیٹ

اور عظیم الشّان پلازا کا سارا علاقہ ہلاکت خیز کمپیوٹر کی شُعاعوں کی زد میں آ گیا اور دوڑتے بھاگتے، گاڑیوں میں سوار ہوتے، سڑک پار کرتے، سُپر مارکیٹ سے دوڑ دوڑ کر نکلتے لوگ وہیں اپنی اپنی جگہوں پر پتھرّ بن کر رہ گئے۔ مارکیٹ کے اندر دکانوں پر بیٹھے، دفتروں میں فائلیں سمیٹتے کلرک بھی وہیں ساکت ہو گئے۔ بجلی کے تاروں پر بیٹھے پرندے بھی پتھرّ کے پرندے بن گئے اور الیکٹرک کا نظام بھی درہم برہم ہو گیا۔

اُس وقت انسپکٹر شہباز نے گھبرائی ہوئی آواز میں تانیا کو فون کیا کہ وہ جتنی جلد ہو سکے گارشا، سمیان اور عمران وغیرہ کو لے کر اسپیشل فورس ہیڈ کوارٹر پہنچ جائے کیوں کہ ایک ہنگامی میٹنگ بلائی گئی ہے۔ تانیا نے اُسی وقت گارشا، سمیان اور عمران، شیبا کو فون کر کے ہیڈ کوارٹر پہنچنے کی ہدایت کی اور خود گاڑی نکال کر پوری رفتار سے اسپیشل فورس ہیڈ کوارٹر کی طرف

روانہ ہو گئی۔

شہر پتھّر بن گیا

یہ سب لوگ اسپیشل فورس کے ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔

تمام اعلیٰ افسر وہاں موجود تھے۔ وہ شہر کی صورت حال سے سخت پریشان تھے۔ اُنہیں اتنا پتا چل گیا تھا کہ یہ اوٹان خلائی مخلوق کا حملہ ہے، مگر اس حملے کے آگے اُن کی ساری طاقت بے بس تھی۔ دُشمن نظر ہی نہ آتا تھا تو پھر مُقابلہ کس طرح کیا جاتا اور کیسے ہلاک کیا جاتا۔ گارشا اور سمیان پر سوالوں

کی بوچھاڑ ہو رہی تھی کہ تُم خلائی مخلوق ہو۔ تُم اس مُصیبت کا کوئی توڑ کیوں نہیں سوچتے؟

دوسری جانب اِس وقت مارگن کے کمپیوٹر کی اسکرین پر کراچی پولیس ہیڈ کوارٹر کا خاکہ اُبھر آیا تھا۔ مارگن نے غُصّیلی آواز میں کہا:

"شارٹی یہ پولیس ہیڈ کوارٹر ہے۔ مُجھے یقین ہے کہ اس وقت یہاں انسپکٹر شہباز کے علاوہ عمران، شیبا اور تانیا بھی موجود ہوں گے۔ یہ سب موت کے گھاٹ اُترنے والے ہیں۔"

"اور گارشا؟" شارٹی نے پوچھا۔ "گارشا کا کیا بنے گا۔ اِس پر تو ہماری خلائی کمپیوٹر شُعاعیں اثر نہیں کر سکیں گی۔"

مارگن نے نفرت سے سر جھٹک کر کہا: "اُس کو بھی ایک نہ ایک دِن ملیا

میٹ کر دوں گا۔ وہ بھاگ کر کہاں جائے گی۔ شہر تو قبرستان بن رہا ہے۔"

ایک مکروہ قہقہے کے ساتھ مارگن نے سُرخ بٹن دبا دیا۔ پولیس ہیڈ کوارٹر کے ہال کمرے میں میٹنگ ہو رہی تھی۔ اچانک گارشا کو ایک ناگوار بُو محسوس ہوئی۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "باہر بھاگو۔ باہر کو بھاگو۔"

مگر قاتل شُعاعوں نے کسی کو بھاگنے کی مہلت نہ دی۔ ابھی وہ گارشا کی آواز کو پوری طرح سُن بھی نہیں پائے تھے کہ اُن کے جسم ایک جھٹکے کے ساتھ سُن ہو گئے۔ وہ سب کے سب پتھرّ کے بُت بن چکے تھے۔ کونے والے دروازے سے چپڑاسی طشت میں پانی کا جگ رکھے آرہا تھا کہ وہ بھی وہیں پتھرّ کے بُت میں بدل گیا۔ عمران، شیبا اور تانیا بھی اپنی اپنی کرسیوں پر پتھرّ بن چکے تھے۔ انسپکٹر شہباز اور دوسرے اعلیٰ افسر بھی پتھرّ ہو گئے تھے۔ صرف سمیان اور گارشا اِن شُعاعوں سے بچ گئے تھے۔

کیوں کہ وہ خلائی مخلوق تھے۔ گارشا اور سمیان نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ گارشا اُٹھ کر جلدی سے دروازے کی طرف دوڑی۔ سمیان اُس کے پیچھے تھا۔ وہ پہلو والے چھوٹے سے کمرے میں آ گئے۔ سمیان بولا:

"یہ کام سوائے اوٹان مخلوق کے اور کسی کا نہیں ہو سکتا۔"

گارشا نے کہا۔ "مارگن ضرور خلائی کمپیوٹر تیّار کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"کیا تُم اِس کا توڑ نہیں کر سکتیں۔" سمیان نے پوچھا۔

گارشا بولی۔ "نہیں سمیان۔ ہمارے پاس ضروری خلائی سامان یہاں پر نہیں ہے۔ ہمیں مارگن کے خُفیہ ٹھکانے کو تلاش کر کے اس کے قاتل

کمپیوٹر کو تباہ کرنا ہوگا ورنہ وہ سارے پاکستان کے شہروں میں بسنے والوں کو پتھرّ بنا دے گا۔"

سمیان نے کہا۔ "میں اپنی خلائی طاقت آزمانا چاہتا ہوں۔ میرے پاس خاص خلائی طاقت جس کی مدد سے میں اِن مُردہ پتھرّ کے بُتوں میں جان ڈال سکتا ہوں۔"

سمیان ہال کمرے میں آگیا۔ گارشا بھی اُس کے ساتھ آ گئی۔ سمیان نے ایک سرکاری افسر کی گردن پر ہاتھ رکھ دیا۔ یہ افسر پتھرّ کا بُت بن چُکا تھا اور اُس کا جسم پتھرّ کی طرح ٹھنڈا اور سخت تھا۔ جوں ہی سمیان نے اُس کے جسم کو ہاتھ لگایا، بد قسمت اعلیٰ افسر کا جسم ریت بن کر نیچے گِرا اور پھر سیاہ مٹّی کے چھوٹے سے ڈھیر میں تبدیل ہوگیا۔

گارشا نے سمیان کو بازو سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔

"اللہ کے لیے کسی دوسرے پتھرّ کے آدمی کو ہاتھ نہ لگانا۔ تمہارے سیّارے کا فارمولا اوٹان سیّارے کے فارمولے پر اثر نہیں ڈال سکے گا۔"

پھر گارشا پریشانی کے عالم میں تانیا، عمران اور شیبا کی طرف دیکھ کر بولی :

"اُنہیں یہاں سے لے جا بھی نہیں سکتے۔ جوں ہی اُنہیں ہاتھ لگایا بھی ریت کی ڈھیری بن کر ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔"

سمیان بولا۔ "باہر آؤ گارشا۔ اُنہیں اِسی حالت میں یہاں رہنے دو۔ ہمیں مارگن کی خُفیہ لیبارٹری تلاش کرنی چاہیے۔ نہیں تو وہ سارے مُلک کو پتھرّ کر دے گا۔"

دونوں ہال کمرے سے باہر کو دوڑے۔ باہر آفس کے سامنے گاڑیاں پتھرّ کی طرح ساکت تھیں۔ اُن کے اندر بیٹھے ڈرائیور بھی پتھرّ بن گئے تھے۔

گارشا نے کہا :

"سمیان ! کمپیوٹر شُعاعوں کا اثر ایک میٹر تک ہو گا۔ دوسری طرف سے چلو۔ ادھر پارک کے پیچھے۔"

وہ پارک کے پیچھے سے نکل پیچھے سے نکل کر سڑک پر آ گئے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ یہاں سڑک پر بھی گاڑیاں کھڑی تھیں اور پیدل چلنے والے لوگ فٹ پاتھ پر بُت بنے کھڑے بے تھڑے تھے۔ گارشا کی نظر اُوپر کی طرف گئی تو اُس کا سانس جیسے رُک گیا۔ اُوپر ایک مسافر بردار طیارہ فضا میں ایسے لٹکا ہوا تھا جیسے کسی نے طِلسم کے زور سے اُسے اپنی جگہ پر ساکت کر دیا ہو۔ جس وقت مارگن کے کمپیوٹر کی شُعاعیں اسپیشل فورس ہیڈکوارٹر پر پڑیں عین اُس وقت ایک جیٹ طیارہ کراچی کے ائیر پورٹ پر اُتر رہا تھا۔ شُعاعوں کی زد میں آتے ہی ہوائی جہاز مسافروں سمیت پتھرّ بن کر فضا میں جہاں تھا وہیں کا

وہیں جم گیا۔

سمیان اور گارشا انسانی پتھرّ کے بتوں کے درمیان سے بھاگتے ہوئے دوسرے علاقے میں آ گئے۔ یہ علاقہ ابھی خلائی قاتل کی شُعاعوں کی زد میں نہیں آیا تھا۔ یہاں کے لوگ زندہ تھے، مگر وہ بُری طرح بوکھلائے ایک طرف کو بھاگے جا رہے تھے۔ پھر اُن پر بھی شُعاعوں نے حملہ کر دیا اور دوڑتے ہوئے لوگ ایک جھٹکے سے رُکے اور پتھرّ بن گئے۔ سمیان اور گارشا مسلسل بھاگتے چلے گئے۔ اُنھیں ایک جگہ خالی گاڑی نظر آئی۔ وہ اُس میں بیٹھے اور اسٹارٹ کر کے گاڑی کو پوری رفتار سے چلا دیا۔ گاڑی شہر کی ویران ویران سڑکوں پر بھاگتی سمندر کی طرف چلی جا رہی تھی۔ وہ کیماڑی پُہنچے تو وہاں بھی قبرستان ایسی خاموشی چھا رہی تھی۔ جگہ جگہ لوگ پتھرّ کے بُت بنے خاموش کھڑے تھے۔ گودی میں کھڑے جہازوں پر بھی سکتہ

طاری تھا۔ ایک کشتی گودی سے نِکل کر دوسرے جہاز کی طرف جا رہی تھی۔ وہ وہیں ساکت ہو گئی تھی۔ سمیان نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا:

"سورج غروب ہونے والا ہے۔ میرا خیال ہے یہ پاگل خلائی قاتل رات تک سارے شہر کو پتھرّ بنا دے گا۔ اِس علاقے سے نکل چلو۔ ہم نے کسی بھی ساکت چیز کو ہاتھ لگایا تو وہ ریت بن جائے گی۔"

دونوں سڑک پر گاڑی لے کر دوبارہ ایک طرف کو بھاگے۔ خالی سڑک پر وہ پندرہ منٹ میں ایک ایسی جگہ پر آ گئے جہاں کراچی سے لاہور جانے والی ریلوے لائن دور تک چلی گئی تھی۔ ریلوے لائن کے پاس ہی ایک چھوٹا سا جھونپڑا بنا تھا۔ اُوپر ریل کا سِگنل ڈاؤن تھا۔ گارشا نے گاڑی کھڑی کر دی اور سمیان سے کہا۔

”لاہور سے ریل گاڑی آ رہی ہے۔ ہمیں اِسے اِسی جگہ روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔“

وہ ریلوے لائن کی طرف دوڑے۔ دُور سے ریل گاڑی کا انجن نظر آنے لگا۔ جھونپڑی میں سے ایک آدمی باہر نکلا اور سبز جھنڈی لہرانے لگا۔ سمیان نے چیخ کر کہا۔

”گاڑی کو روک دو۔ آگے خطرہ ہے۔“

گارشا بھی چیخی۔ ”گاڑی کو آگے نہ جانے دینا۔ آگے پُل ٹوٹا ہوا ہے۔“

گاڑی پوری رفتار سے آ رہی تھی اور قریب آ گئی تھی کانٹے والے نے گھبرا کر لال جھنڈی دکھا دی، مگر اب دیر ہو چُکی تھی۔ انجن ڈرائیور نے لال جھنڈی دیکھی تو بریک لگا دی۔ اِس کے باوجود گاڑی اُن کے سامنے سے

شور مچاتی گزر گئی۔ پھر ایک فرلانگ آگے جا کر رُک گئی۔ کانٹے والا گاڑی کی طرف دوڑا۔ گارشا کے چونک کر کہا:

"مُجھے خلائی کمپیوٹر کی شُعاعیں محسوس ہو رہی ہیں۔"

اِن شُعاعوں کو سمیان نے بھی محسوس کیا تھا۔ اِس کے ساتھ ہی ریل کی پٹڑی کے ساتھ بھاگتا کانٹے والا بُوڑھا وہیں ساکت ہو گیا۔ ریل گاڑی پر بھی سکتہ طاری ہو گیا اور سارے کے سارے مسافر اپنے اپنے ڈبّوں میں پتھرّ کے بُت بن گئے۔ ایک گہری خاموشی چھا گئی۔ گارشا نے چلّا کر کہا:

"سمیان! اللہ کے لیے کُچھ کرو۔ یہ خونی درندے اِس مُلک کو پتھرّوں کا ملک بنا دیں گے۔"

سمیان نے اپنی خلائی گھڑی نکال کر اس کی سوئیوں کو غور سے دیکھا اور

بولا۔ "گارشا! نیلی سوئی کا رُخ سمندر کے مشرقی ساحل کی طرف ہے۔ مارگن کے کمپیوٹر کی شُعاعوں نے اِس کا رُخ بدلا ہے۔ ضرور اُن کا خُفیہ ٹھکانہ اُسی طرف ہوگا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ کار میں سوار ہوئے اور بجلی کی طرح کار کو لے کر سمندر کے مشرقی ساحل کی طرف روانہ ہوئے۔ کافی دور جانے کے بعد اُنہوں نے دیکھا کہ سمندر میں کُچھ فاصلے پر چٹّان کے ساتھ ہی ساتھ کسی جہاز کا ڈھانچہ بھی اُوپر کو نکلا ہوا ہے۔ سمیان نے گارشا کو جہاز کا ڈھانچہ دکھایا۔ پھر گاڑی روکی اور اپنی کلائی پر بندھی خلائی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ نیلی سوئی کا رُخ اسی جہاز کے ڈھانچے کی طرف تھا۔ سمیان نے گارشا سے کہا:

"مارگن نے اِسی جہاز کے اندر اپنا ٹھکانہ بنایا ہوا ہے۔ وہ اِسی جگہ سے شہر پر خلائی کمپیوٹر کی تباہ کن شُعاعیں پھینک رہا ہے۔"

گارشا بولی۔ "ہوسکتا ہے اُنھوں نے ہمیں بھی دیکھ لیا ہو۔ ہمیں فوراً کسی جگہ چھُپ جانا چاہیے۔"

گاڑی ایک اُونچے ٹیلے کی اوٹ میں کھڑی کر دی گئی۔ سمیان اور گارشا ٹیلے کے پیچھے بیٹھ کر سمندر میں سے اُبھری چٹّان کی طرف دیکھنے لگے۔ سمیان کہنے لگا۔ "ہمیں الگ الگ سمت سے اس جہاز میں داخل ہونے کی کوشش کرنی ہوگی۔" گارشا نے کہا۔

"لیکن مارگن اور اُس کے ساتھی کو ہلاک کرنا آسان نہیں ہے۔"

سمیان بولا۔ "ہم سب سے پہلے خلائی کمپیوٹر کو تباہ کریں گے۔ مارگن اور اُس کا کوئی ساتھی بھی اگر وہاں ہے تو اُسے بعد میں دیکھ لیں گے۔"

یہ بات گارشا کی سمجھ میں آ گئی۔ وہ ٹیلے کی اوٹ سے نِکل کر ریت پر رینگتے

رینگتے سمندر کے پانی تک پہنچ گئے۔ سمندر کی ایک بہت بڑی لہر اُن کے اُوپر سے گُزر گئی اور وہ کھِسک کر سمندر میں آ گئے۔ سمیان نے غوطہ لگانے سے پہلے گارشا سے کہا:

"تُم مشرق کی طرف سے آؤ گی۔ میں مغرب کی طرف سے جہاز پر آؤں گا۔ یہ کوئی تباہ شدہ جہاز لگتا ہے۔"

یہ کہہ کر سمیان سمندر میں غوطہ لگا گیا۔ گارشا نے بھی سمندر میں غوطہ لگایا اور پانی کے اندر رہی اندر مونگے کی چٹّان کی سیدھ میں آگے بڑھنے لگی۔ سمیان سمندر کے نیچے ہی نیچے تیرتا مونگے کی چٹّان پر پہنچا۔ مارگن اور شارٹی جہاز کی اُوپر والی منزل کے کیبن میں چھوٹی کھڑکی کے شیشے کے پیچھے بیٹھے تھے اور اپنی کامیابیوں پر خوش ہو رہے تھے۔ اُن کا خلائی کمپیوٹر ساتھ ساتھ بتاتا جاتا تھا کہ کراچی شہر کی تقریباً تین چوتھائی آبادی پتھر بنا دی گئی

ہے۔ مارگن کہہ رہا تھا۔

"اب ہمیں باقی آبادی کو بھی قبرستان میں تبدیل کرنا ہوگا۔ اِس کے بعد شہر میں الٹرا وائیلٹ شُعاعوں کی بارش سے چاروں طرف آگ لگا دی جائے گی۔"

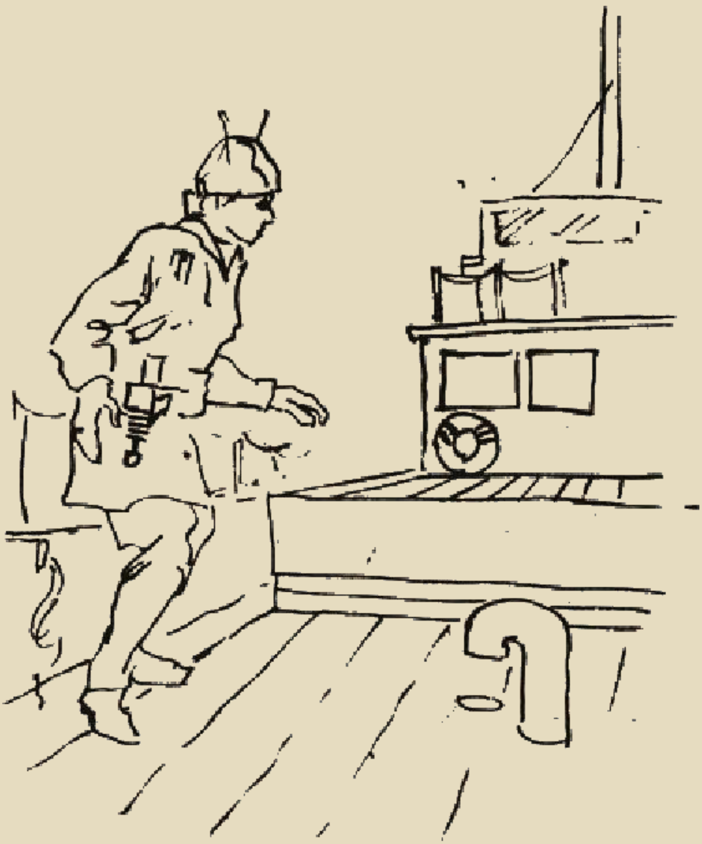
مارگن نے کمپیوٹر کے سُرخ بٹن کو دبا دیا اور کراچی شہر کی باقی بچّی ہوئی آبادی کے لوگ بھی پتھرّ کے مجسّموں میں تبدیل ہو گئے۔ اِس وقت سمیان سمندر سے نکل کر جہاز کے کیبن کے پیچھے جہاز کی زنگ خوردہ دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اُس نے مارگن کی گفتگو سُن لی تھی اور اُن خلائی شیطانوں کے ناپاک ارادوں سے واقف ہو گیا تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے چٹّان پر سے نیچے کھِسک گیا۔ اِسے گارشا کا انتظار تھا۔ شام کا اندھیرا چاروں طرف پھیل رہا تھا۔ دُور کراچی شہر کی طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ کسی جگہ روشنی

نہیں ہو رہی تھی۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ بتّیاں جلانے والا ہی کوئی نہ تھا۔ سب پتھرّوں کے بُت بن چُکے تھے۔ دوسری بات یہ کہ خلائی کمپیوٹر کی شُعاعوں نے شہر کے تمام بجلی گھروں کو بند کر کے اُن کی مشینوں کو ساکت کر دیا تھا۔ ایک بھی بجلی گھر بجلی پیدا نہیں کر رہا تھا۔ شہر سے وائرلیس کا پیغام دوسرے شہر تک بھیجنے والا کوئی نہیں تھا۔

اندھیرے میں سمیان نے گارشا کو سمندر کی سطح پر سے اُبھرتے دیکھا۔ سمیان لپک کر گارشا کے پاس گیا اور اپنے ہونٹوں کے ساتھ اُنگلی لگا کر سرگوشی میں بولا:

"وہ لوگ اِسی جہاز کے اُوپر ہیں۔"

گارشا بڑی احتیاط سے سمندر سے باہر نکل آئی۔ وہ جہاز کے اندر داخل ہونے کے لیے کوئی راستہ تلاش کرنے لگے۔



شارٹی نے مارگن سے کہا :

"مارگن! اب ہمیں اپنی شُعاعوں کا رُخ پاکستان کے دوسرے شہروں کی طرف پھیر دینا چاہیے۔"

مارگن بولا۔ "ہمارا ٹارگٹ اب حیدر آباد ہوگا۔"

اچانک مارگن کی بھنویں سکڑ گئیں۔ وہ غور سے کمپیوٹر کے کونے میں چمکتے اور بجھتے ننھّے سے نقطے کو تک رہا تھا۔ اس نے اشارے سے شارٹی کو چمکتا بجتا نقطہ دکھایا اور اس کے کان میں سر گوشی کی۔

"کوئی ہمارے جہاز کے آس پاس ہے۔"

اِس کے ساتھ ہی مارگن نے اپنے جہاز کو کمپیوٹر کی اسکرین پر اُبھارا اور سُرخ بٹن دبا دیا۔ خلائی شُعاعیں مونگے کی چٹّان اور جہاز پر گِرنے لگیں، مگر

کمپیوٹر کا نقطہ پھر بھی جلتا بُجھتا رہا۔ مارگن شارٹی کو بازو سے کھینچ کر پیچھے کونے میں لے گیا اور سرگوشی میں بولا :

"شارٹی! دو آدمی ہمارے جہاز کے پاس آ گئے ہیں۔ یہ گارشا اور کوئی دوسرا خلائی انسان ہے۔ کیوں کہ ان پر ہماری خلائی شُعاعوں کا اثر نہیں ہوا۔"

شارٹی نے گھبرا کر کہا۔ "کمپیوٹر اُٹھا کر نیچے بھاگو۔"

جوں ہی مارگن کیبن کی کھڑکی کی طرف بڑھا دروازے میں سمیان اور گارشا نمودار ہوئی۔ سمیان نے لیزر گن کا سیدھا فائر کمپیوٹر پر کیا۔ کمپیوٹر ایک دھماکے سے پھٹا اور اُس کے پرزے راکھ بن کر اُڑ گئے۔ گارشا نے دوسرا فائر مارگن پر کیا۔ اگرچہ وہ جانتی تھی کہ خلائی گن کے فائر کا مارگن پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ لیکن وہ اُسے خوف زدہ کر کے زندہ پکڑنا چاہتی تھی۔

مارگن نے بھی گن کا فائر کر دیا۔ دونوں طرف سے خلائی گنوں کی سُرخ و نیلی شُعاعیں خلائی انسانوں پر گرنے لگیں، لیکن کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔ اتنے میں مارگن اور شارٹی دوڑ کر کھڑکی کے پاس آ گئے۔ اُس کا شیشہ توڑا اور دونوں نے نیچے سمندر میں چھلانگیں لگا دیں۔ سمیان چلّایا۔ "گارشا سمندر میں کود جاؤ۔"

یہ کہ کر سمیان نے بھی سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ اُس کے پیچھے گارشا بھی سمندر میں کود گئی۔ مگر سمندر کی تہ میں آتے ہی مارگن اور شارٹی اللہ جانے کِدھر کو نکل گئے تھے۔ مارگن نے اگرچہ اپنے آپ کو غائب کر لیا تھا، مگر اُسے معلوم تھا کہ گارشا اور دوسرا خلا آدمی (سمیان) اُسے آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ گارشا اور سمیان ہاتھوں میں خلائی گنیں لیے سمندر کے نیچے مارگن اور شارٹی کو تلاش کرتے رہے، مگر وہ اُنھیں کہیں نظر نہ آئے۔

سمیان نے گارشا کا ہاتھ پکڑا اور بڑی تیز رفتار کے ساتھ سمندر کے اندر تیرتا ہوا کنارے پر نکل آیا۔ آسمان پر تارے چمک رہے تھے۔ شہر کی طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

گارشا نے کہا۔ "تُم نے اچھّا کیا کمپیوٹر تباہ کر دیا۔ اب یہ لوگ کسی دوسرے شہر کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ لیکن وہ ضرور کوئی دوسرا راستہ تلاش کریں گے۔ وہ کوئی اِس سے بھی خطرناک کمپیوٹر تیّار کر لیں گے۔ ہمیں اُنھیں ہر حالت میں ہلاک کرنا ہو گا۔"

سمیان کی نگاہیں اندھیرے میں ساحل سمندر پر اِدھر اُدھر گھوم رہی تھیں۔ وہ بولا:

"سیّارہ زمین کے انسانوں کو اِس تباہی سے بچانے کا اب صرف ایک ہی ذریعہ باقی رہ گیا ہے گارشا!"

"وہ کیا؟" گارشا نے بے تابی سے پوچھا۔

سمیان نے کہا۔ "وہ یہ کہ اِن دونوں کو ۱۹۹۱ء کے زمانے سے اُٹھا کر تین ہزار سال ماضی کے زمانے میں پہنچا دیا جائے۔ دوسرا کوئی طریقہ مُجھے نظر نہیں آتا۔"

گارشا سمیان کا مُنہ تکنے لگی۔ "کیا۔ کیا تُم ایسا کر سکتے ہو سمیان؟"

سمیان نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی خلائی گھڑی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "یہ خلائی گھڑی ایسا کر سکتی ہے۔"

گارشا نے جلدی سے کہا۔ "تو پھر اللہ کے لیے اِن قاتلوں کو یہاں سے نکال کر ماضی کے زمانے میں پھینک دو۔"

"مگر ایک بات ہے۔" سمیان مُسکرایا۔ "اِن کے ساتھ مُجھے بھی تین ہزار

برس پیچھے کے زمانے میں جانا ہوگا۔“

گارشا ایک دم سنجیدہ ہوگئی۔ پھر بولی :

”سمیان !کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تُم ہمارے ساتھ ہی رہو۔“

”نہیں گارشا!“ سمیان نے کہا۔ ”اگر میں یہاں رہا تو یہ فتنہ بھی اِسی زمین پر رہے گا اور اللہ جانے آگے جا کر کیا تباہی پھیلائے۔ ابھی ایک شہر اور اس کے لوگوں کو اُنھوں نے پتھّر بنا دیا ہے۔“

گارشا چُپ سی ہوگئی۔ سمیان بولا :

”تُم میری فکر نہ کرو!میں ماضی میں جا کر اِن سے نمٹ لوں گا اور پھر اپنے سیّارے ڈیگان چلا جاؤں گا۔ مُجھے کوئی نقصان نہیں پُہنچے گا۔ سوال یہ ہے کہ اِن دونوں کو قابو کس طرح کیا جائے۔ اُنھیں تین ہزار سال پیچھے لے

جانے کے لیے ضروری ہے کہ دونوں میرے سامنے ہوں اور میں
دونوں کو اپنے بازوؤں میں جکڑلوں۔"

گارشا کچھ سوچ کر بولی:

"یہ دونوں اپنے ٹھکانے سے نکل آئے ہیں۔ اب وہ ضرور شہر کی طرف
گئے ہوں گے۔ ہم اُنہیں راستے میں ہی پکڑ سکتے ہیں۔ مارگن غائب بھی
ہوا تو ہمیں نظر آجائے گا۔"

"اچھّا خیال ہے۔ چلو شہر والی سڑک پر۔"

یہ کہہ کر سمیان نے گارشا کو ساتھ لیا اور وہ جتنی تیز چل سکتے تھے چلتے
ہوئے شہر کراچی کی طرف جاتی ہوئی سب سے بڑی سڑک یعنی ہائی وے پر
آ گئے۔ ہائی وے پر اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ جگہ جگہ ٹرک اور گاڑیاں کھڑی

تھیں۔ اِن میں گدھا گاڑیاں بھی تھیں۔ گاڑیوں کے گدھے اور گاڑی بان دونوں پتھرّ بنے ہوئے تھے۔ سمیان اور گارشا نے دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ دوڑتے ہوئے اُس پُل پر آ گئے جس کے دوسری طرف کراچی شہر کی ماڈرن آبادی شروع ہوتی تھی۔ پُل پر اندھیرا تھا۔ سامنے سارا کراچی شہر بھی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ کسی بلڈنگ میں روشنی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ پُل پر سے گُزر گئے۔ ایک جگہ سمیان رُک گیا۔ وہ اندھیرے میں اپنی سُرخ آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ آہستہ سے بولا:

"گارشا! میری ساتویں حِس مُجھے بتا رہی ہے کہ مارگن اور اُس کا ساتھی یہیں کہیں آس پاس ہیں۔"

گارشا بھی اندھیرے میں غور سے دیکھنے لگی۔ سمیان نے گارشا کو جلدی سے پیچھے کر لیا۔ وہ ایک بلڈنگ کی ڈیوڑھی میں آ گئے۔ یہاں سے سامنے

والی بلڈنگ کا احاطہ اُنھیں اندھیرے میں بھی صاف نظر آرہا تھا۔ سمیان کو وہاں ایک سایہ ایک طرف کو تیزی سے جاتا دکھائی دیا۔ سرگوشی میں بولا :

"ہمارے دُشمن سامنے والی بلڈنگ میں ہیں۔"

سمیان کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ اس نے گارشا سے کہا :

"گارشا! میں اپنے دُشمنوں کو لے کر تین ہزار سال پیچھے کے وہ زمانے میں جا رہا ہوں۔"

سمیان نے اپنی کلائی کی خلائی گھڑی کی سوئیوں کو ایک جگہ لا کر گھڑی کا ننّھا سا بٹن دبا دیا اور اِس سے پہلے کہ گارشا سمیان کو آخری بار اللہ حافظ کہتی سمیان چیتے کی طرح اندھیرے میں بے آواز چھلانگ لگا کر سامنے والی بلڈنگ کے احاطے میں داخل ہو گیا۔ احاطے میں داخل ہوتے ہی سمیان کو

احساس ہوا کہ خلائی مخلوق دوسری منزل میں ہے۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل کے بند دروازے پر آکر رُک گیا۔ اُسے کمرے میں سے شارٹی کی آواز سُنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"مارگن! یہاں ہمارے مطلب کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہمیں دوسری بلڈنگ میں چل کر تلاش کرنا چاہیے۔"

مارگن نے غُصّے سے کہا۔

"اُس نے میرے کمپیوٹر کو تباہ کر دیا ہے۔ مگر میں بہت جلد دوسرا تیّار کر لوں گا۔ چلو، دوسری بلڈنگ میں چلتے ہیں۔"

سمیان نے خلائی گن ہاتھ میں لے لی اور دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ کمرے کا دروازہ کھُلا اور مارگن اور شارٹی باہر نکلے۔ جوں ہی وہ باہر آئے سمیان

نے دونوں بازو پھیلا دیے اور کہا :

"مارگن! میں تمہارے آگے ہتھیار ڈالتا ہوں۔ میں سمیان ہوں گارشا نے مُجھ سے غدّاری کی ہے۔ وہ مُجھے ہلاک کر کے اس دُنیا پر اکیلی حکومت کرنا چاہتی ہے۔ میں تمہارے پاس آگیا ہوں۔ یہ لو میری خلائی گن۔"

اور سمیان نے اپنی خلائی گن مارگن کے قدموں میں پھینک دی۔ مارگن نے شک بھرے لہجے میں کہا :

"اِس کا کیا ثبوت ہے کہ تُم جھوٹ نہیں بول رہے۔"

سمیان نے جلدی سے کہا :

"ثبوت میری خلائی گن ہے جو میں نے تمہارے حوالے کر دی ہے۔ مارگن گارشا بڑی خطرناک عیّار عورت ہے۔ ہمیں مل کر اُسے ہلاک کرنا ہو

گا۔ پھر ہم تینوں اس زمینی سیّارے کے مالک ہوں گے۔ میں کھُلے دِل سے تمہارے ساتھ شامل ہونے آیا ہوں اور میں تُم دونوں سے ہاتھ ملاتا ہوں۔ تُم خوب جانتے ہو کہ جب دو خلائی انسان ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں تو پھر وہ دوستی کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں۔ اور دونوں میں سے کوئی غدّاری کرے تو وہ اپنے آپ جل کر ہلاک ہو جاتا ہے۔"

مارگن نے شارٹی کی طرف دیکھا۔ سمیان نے خلائی ضابطے کے مطابق بڑی سچّی بات کہی تھی۔ اِس ضابطے کے مطابق واقعی اگر دو خلائی انسان دوستی کا ہاتھ ملا کر غدّاری کریں تو وہ اسی وقت جل کر بھسم ہو جاتے ہیں۔ شارٹی نے کہا۔

"ٹھیک ہے مارگن ہمیں ایک خلائی ساتھی کی ضرورت بھی ہے؟" مارگن نے سمیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

”ٹھیک ہے سمیان۔ آج سے تُم ہمارے ساتھی ہو، ہم تُم سے دوستی کا ہاتھ ملاتے ہیں۔“

سمیان کی اب یہ کوشش تھی کہ وہ ایک ہی وقت میں دونوں کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لے۔ کیوں کہ اِن دونوں کو چھُوتے ہی فضا میں بکھر جانا تھا۔ مارگن نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ سمیان نے کہا:

”میں زندگی میں پہلی بار تُم دونوں سے خلائی دوستی کا بندھن باندھ رہا ہوں اس لیے میری خواہش ہے کہ تُم دونوں سے ایک ہی وقت میں ہاتھ ملاؤں۔“

مارگن اور شارٹی کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اُن کے تو وہم و گُمان میں بھی نہیں تھا کہ اُن کے ساتھ کیا گزرنے والی ہے۔ دونوں نے اپنا اپنا ہاتھ سمیان کی طرف بڑھایا۔ سمیان نے مارگن کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے

لیے۔ جُوں ہی سمیان کے ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں سے لگے روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا اور تینوں خلائی انسانوں کے جسم چھوٹے چھوٹے کروڑوں ذرّے بن کر فضا میں تین لہروں کی شکل میں روشنی سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ ماضی کی طرف غائب ہو گئے۔

روشنی کے جھماکے کو گارشا نے دیکھ لیا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ سمیان اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے اور پاکستان کی حسین سر زمین کو خلائی دُشمنوں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی ہے۔ وہ بھاگ کر سامنے والی بلڈنگ میں گئی۔ وہاں سمیان مارگن اور شارٹی میں کوئی بھی نہیں تھا۔ فضا میں تین خلائی جسموں کے ذرّات کی مخصوص بُو پھیلی ہوئی تھی جو اِس بات کا ثبوت تھا کہ سمیان اپنے ساتھ مارگن اور شارٹی کو لے کر عہدِ ماضی کی تاریک خلاؤں میں سے ہمیشہ کے لیے گُم ہو چکا ہے۔

گارشا نے اطمینان کا سانس لیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اُس کا دِل سمیان کے لیے عقیدت کے جذبات سے بھر گیا۔ گارشا اس بلڈنگ کی چھت پر چڑھ گئی۔ بلڈنگ کے کمروں میں اُس نے عورتوں بچّوں اور مردوں کو دیکھا کہ جو جس حالت میں تھا اسی عالم میں پتھرّ کا بُت بن گیا تھا۔ چولھوں میں جلتی آگ کے شُعلے بھی وہیں پتھرّ بن چُکے تھے اور دیگوں میں پکتا کھانا جم کر ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ گارشا نے ایک نظر کراچی شہر پر ڈالی۔ پہلی بار روشنیوں کے اِس خوب صورت شہر کو اندھیرے اور گہری خاموشی میں ڈوبا دیکھ کر گارشا کا دِل بھر آیا۔ اُس کے ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے دُعا کی۔

"اے ارض و سما کے مالک! تو اگر چاہے تو صحرا میں چشمہ پھوٹ پڑے۔ جہاں کبھی بارش نہیں ہوئی وہاں موسلا دھار بارش ہونے لگے۔ تو اگر چاہے تو مُردوں کو پھر سے زندہ کر دے۔ اِس شہر کو، اِس مُلک کو تُو نے

ایک بھیانک شیطانی قاتل سے تو نجات دِلا دی ہے۔ اب اِن بے گناہ معصوم لوگوں کو بھی زندہ کر دے۔ اور خلائی شیطانوں کی شُعاعوں کا اثر زائل کر دے۔"

دُعا مانگنے سے گارشا کے دِل کو کُچھ حوصلہ ہوا۔ اب وہ عمران شیبا اور تانیا کی خبر لینے کے لیے اسپیشل فورس ہیڈ کوارٹرز کی طرف چلی جہاں دوسرے پولیس افسروں اور انسپکٹر شہباز کے ساتھ عمران شیبا اور تانیا بھی پتھرّ کے بُت بنے اپنی اپنی کُرسیوں پر اُسی حالت میں بیٹھے تھے جِس حالت میں وہ مارگن کے خلائی کمپیوٹر کی منحوس شُعاعوں کے پڑنے کے وقت تھے۔

گارشا ہیڈ کوارٹرز کے میٹنگ روم میں کھڑی اداس نظروں سے عمران، شیبا، تانیا، انسپکٹر شہباز اور دوسرے پولیس افسروں کو دیکھ رہی تھی۔

اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب یہ لوگ کیسے دوبارہ زندہ ہوں گے۔ وہ اُنہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکتی تھی۔ کیوں کہ ہاتھ لگنے سے وہ ریت کی ڈھیری بن کر ہمیشہ کے لیے موت کی آغوش میں جا سکتے تھے۔ گارشا خاموشی کے ساتھ ہال کمرے سے باہر نکل آئی۔ سامنے احاطے میں بھی لوگ پتھرّ بنے کھڑے تھے۔ سڑکوں کا بھی یہی حال تھا۔ جو گاڑی، جو آدمی، جو عورت جہاں جس حالت میں تھی وہیں پتھرّ کا بُت بن گئی تھی۔ گارشا بڑی احتیاط کے ساتھ اُن کے درمیان سے گُزر کر فٹ پاتھ پر آ گئی۔ سارا شہر تاریکی اور سنّاٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔ گارشا چلتی ہوئی شہر کے جنوبی علاقے میں نکل آئی۔ اُسے آسمان کی بُلندیوں پر دو ہیلی کاپٹر چکّر لگاتے نظر آئے۔ وہ اتنی بُلندی پر تھے کہ اُن کی بڑی دھیمی آواز گارشا تک پہنچ رہی تھی۔ یہ شاید فوج کے ہیلی کاپٹر تھے جو شہر کے حالات معلوم کرنے آئے تھے۔ اِن میں

سے اچانک سرچ لائٹیں نکل کر شہر کی عمارتوں پر پڑیں۔ جس بلندی پر یہ ہیلی کاپٹر تھے وہاں تک خلائی کمپیوٹر کی شُعاعوں کا اثر نہیں گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر والوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ ایک خاص بلندی سے نیچے آنے پر وہ بھی ساکت ہو جائیں گے۔ اِسی لیے وہ نیچے نہیں آ رہے تھے۔

گارشا آگے بڑھ گئی۔ اب وہ ایک پُل پر سے گُزر رہی تھی۔ اُس کے ذہن میں خیالات بڑی تیزی سے گردش کر رہے تھے۔ وہ شہر کے لوگوں کو پھر سے زندگی کی خوشیوں سے ہمکنار کرنے کا کوئی طریقہ تلاش کرنا چاہتی تھی۔ مگر اُس کے ذہن میں کوئی کل نہیں آ رہا تھا۔ اچانک اُسے اوٹان سیّارے کی خلائی انرجی یعنی خلائی طاقت اوٹاشا کا خیال آ گیا۔ اوٹان کی خلائی مخلوق کو کبھی کوئی مُصیبت نہیں پڑتی تھی۔ اگر کبھی کسی کو کوئی ایسا مسئلہ پڑ جاتا جو اس سیّارے کی جدید ترین سائنس بھی حل نہیں کر سکتی تو وہ خلائی انرجی یا خلائی

طاقت اوٹاشا کو آواز دیتا۔ اوٹاشا ایک ایسی خلائی توانائی تھی جو کُچھ لے کر کُچھ دیتی تھی۔ اگرچہ اُس کا طرزِ عمل خودغرضانہ تھا، مگر یہی اُس کا طریقہ تھا۔ اور وہ سوال کرنے والے کا معمّہ حل کر دیتی تھی۔

گارشا نے سوچا کہ کیوں نہ اس مسئلے کا حل خلائی انرجی اوٹاشا سے دریافت کیا جائے۔ وہ جو شرط لگائے گی میں اُسے پورا کر دوں گی۔ یہ ایک پوری انسانی نسل کی زندگی اور اُس کے سنہری مُستقبل کا سوال تھا۔ گارشا اِس کے لیے کوئی بھی قربانی دینے کو تیّار تھی۔ چناں چہ وہ دوڑتی ہوئی ایک کھُلی جگہ پر آ گئی۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے آپ کو اپنے سیّارے اوٹان کی فضاؤں میں پہنچایا اور جسم کی پوری توانائی اور طاقت کے ساتھ اوٹاشا کو آواز دی۔ اُسے شک تھا کہ شاید اوٹاشا اُس کی آواز نہیں سُن سکے گی، مگر وہ یہ دیکھ کر حیران بھی ہوئی اور خوش بھی کہ اوٹاشا نے اُس کی پُکار

کا جواب دیا۔ "کیا بات ہے گارشا؟ تُم نے مُجھے کیوں آواز دی ہے؟"

گارشا نے ساری صورتِ حال بتائی اور کہا کہ میں اِس شہر کے لوگوں کو مارگن کی خلائی شُعاعوں سے نجات دِلانا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ اِس پُرسکون اور ہنستے کھیلتے روشنیوں کے شہر کی زندگی پھر سے واپس آجائے۔

اوٹاشا نے کہا:

"اِس کی ایک شرط ہے؟"

گارشا نے کہا۔ "مُجھے ہر شرط منظور ہے۔"

اوٹاشا کی آواز آئی۔

"یہاں سے کروڑوں کھربوں میل دور ایک ویران تاریک سیّارے میں میری ایک دیوانی بیٹی رہتی ہے۔ مُجھے اُس کی خدمت کے لیے ایک غُلام

عورت کی ضرورت ہے۔ اِس شہر کی رونقیں واپس آ جائیں گی، مگر تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ویران تاریک سیّارے میں میری پاگل بیٹی کی خدمت گزاری میں رہنا ہوگا۔ کیا تمہیں منظور ہے؟"

گارشا نے کہا۔ "میں نے پاکستان کے پُرامن لوگوں کی خوشیوں کے لیے ایک بار تو کیا ایک ہزار بار اپنی زندگی قربان کر سکتی ہوں۔ مُجھے منظور ہے۔"

اوٹاشا کی آواز آئی۔ "ٹھیک ہے۔ تمہاری خواہش پوری ہوگی۔"

اس کے ساتھ ہی گارشا کو محسوس ہوا کہ اُس کی گردن اور پاؤں جیسے جکڑے گئے ہیں۔ وہ اپنی مرضی سے ایک قدم بھی نہ اُٹھا سکتی تھی۔ اوٹاشا کی آواز آئی۔ "میں نے تمہیں اپنا قیدی بنا لیا ہے۔"

گارشا نے کہا۔ "مگر کراچی شہر ابھی تک تاریک ہے۔ اس کے لوگ پتھرّ کے بُت ہیں۔" اوٹاشا نے کہا۔ "شہر کی طرف ایک بار پھر دیکھو۔"

جوں ہی گارشا نے شہر کی طرف دوسری بار نظر ڈالی شہر روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ پُل پر سے ٹریفک گُزر رہی تھی۔ ہر طرف زندگی کی پُرجوش آوازیں آنے لگی تھیں۔ بسیں، گاڑیاں، رکشے، موٹر سائیکلیں اور اسکوٹر تیزی سے گُزر رہے تھے۔ آسمان پر ایک ہوائی جہاز بھی ائیر پورٹ کی طرف جا رہا تھا۔

گارشا کا چہرہ خُوشی سی کھِل اُٹھا۔ شہر پر سے اوٹان کی منحوس کمپیوٹر شُعاعوں کا اثر ختم ہوچکا تھا۔ گارشا خود ایک قدم نہیں اُٹھا سکتی تھی۔ وہ خود جیسے پتھرّ بن گئی تھی۔ اُس نے اوٹاشا سے کہا۔ "کیا میں اپنے بھائی بہنوں عمران، اور شیبا کو ایک نظر دیکھ سکتی ہوں؟"

اوٹاشا کی آواز آئی۔

"تُم دُور سے اُنہیں صرف دیکھ سکو گی۔ اُن سے کوئی بات نہیں کر سکو گی۔"

گارشا نے کہا۔ "مُجھے منظور ہے۔"

پھر اوٹاشا کی خلائی طاقت نے گارشا کو زمین پر سے اُٹھا لیا اور ہوا میں اُڑاتی تیزی سے ہیڈ کوارٹرز کے ہال کمرے کے دروازے کے اُوپر لے آئی۔
اوٹاشا نے کہا۔ "تُم صرف پندرہ سیکنڈ کے لیے یہاں ہو۔"

گارشا نے دیکھا کہ عمران، شیبا، تانیا اور انسپکٹر شہباز بڑے خوش خوش ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہال کمرے سے نکل رہے تھے۔
عمران کہہ رہا تھا۔ "گارشا کو تلاش کریں انسپکٹر! مُجھے یقین ہے یہ اُسی کی کوشش ہے کہ مارگن کی شُعاعوں سے ہمیں چھٹکارا مل سکا۔"

گارشا نے دِل میں کہا۔ ”عمران! یہ اللہ کا کرم ہوا ہے اِس شہر پر۔ میرے لیے بھی دُعا کرتے رہنا۔ اللہ حافظ! اب شاید ہی کبھی ملاقات ہو۔“

گارشا کی آنکھوں میں پہلی بار آنسو آ گئے۔ دوسرے لمحے اوٹاشا نے اُسے تیزی سے فضا میں کھینچ لیا اور وہ خلاؤں کو چیرتی ایک بے جان بُت کی طرح کسی گُمنام ویران اور تاریک سیّارے کی طرف چلی جا رہی تھی۔

ختم شُد